قطبی نوٹس

ظہور احمد




قطبی نوٹس

ظہور احمد

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قطبی نوٹس

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ظہور احمد

طابع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈیجیٹل

وٹس ایپ نمبر0330-5291256

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف مصنفین

مصنف رسالہ شمسیہ کا تعارف

آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن ،لقب نجم الدین ،والد کا نام عمر و اور دادا کا نام علی تھا ۔ حکیم دبیران کے نام سے مشہور تھے ،نسبت میں کاتبی اور قزوینی کہلاتے تھے ۔ محقق نصیر الدین طوسی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ۔ طوسی نے مراغہ میں جو رصد خانہ کی بنیاد ڈالی تھی اس کی مہم میں علامہ کاتبی بھی شریک تھے ۔ آپ نے مختلف کتب تصنیف کی جن میں امام فخر الدین رازی کی کتاب ملخص کی شرح منصص اور زیر نظر رسالہ شمسیہ شامل ہیں ۔ زیر نظر رسالہ آپ نے خواجہ شمس الدین محمد کے کیلئے لکھا اور انہیں کی طرف نسبت کرتے ہوئے رسالہ کا نام شمسیہ رکھا۔ آپ نے 675ھ میں وفات پائی۔

صاحب قطبی کا تعارف

نام محمد بن محمد ،کنیت ابو عبد اللہ اور لقب قطب الدین تھا۔ آپ کے نام کے ساتھ تحتانی کے لقب کا اضافہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اور قطب الدین شیرازی شارح حکمۃ الاشراق و مصنف درۃ التاج وغیرہ دونوں ہم نام ہم لقب تھے اور ایک ہی زمانے میں ایک ہی

مدرسے میں استاذ مقرر ہوئے۔ بالائی منزل میں شیرازی پڑھاتے تھے، اس لیے انہیں قطب الدین فوقانی کہا جاتا ہے اور نچلی منزل میں قطب الدین رازی پڑھاتے تھے، اسی لیے انہیں قطب الدین تحتانی کہا جاتا ہے۔

نسبت

آپ کی نسبت رازی تھی۔

پیدائش

۶۹۴ھ میں ہوئی۔

تحصیل علم

اپنے بلاد میں ہی رہ کر علم حاصل کیا اور قاہرہ جاکر شیخ شمس الدین اصبہانی سے بھی پڑھا۔

علمی مقام

علامہ تاج الدین سبکی طبقات کبری میں لکھتے ہیں:-جب آپ ۷۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث مباحثہ کیا تو منطق و حکمت میں امام اور معانی و بیان اور تفسیر کا بہترین عالم پایا۔ حافظ ابن کثیر نے ان کے متعلق "احد المتکلمین العالمین بالمنطق" کے الفاظ لکھے ہیں۔

وفات

٦/ذی القعدہ٧٦٦ھ میں وفات ہوئی۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات میں لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار، محاکمات شرح اشارات،رسالہ قطبیہ، حواشی کشاف تا سورۂ طٰہ اور شرح الحاوی الصغیر شامل ہیں۔



قطبی کیسے پڑھیں

طلبہ عموماً قطبی کے سمجھ نا آنے کی شکایت کرتے رہتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ معدودے چند مباحث کو چھوڑ کر قطبی منطق کی ایک آسان کتاب ہے۔ قطبی رسالہ شمسیہ کی شرح کا نام ہے اور صاحب قطبی نہایت آسان اور تفصیلی انداز میں رسالہ شمسیہ کی شرح کرتے ہیں۔

مصنف کا انداز بیان

مثلاً اگر متن میں ھذا اسم اشارہ آیا ہے تو شارح اس کا مشار الیہ متعین کر دیتے ہیں اور اگر متن میں ضمیر آئی ہے تو اس کا مرجع ذکر کر دیتے ہیں اگر مرجع میں کچھ بھی ابھام ہو تو اسے مکمل دور کرتے ہیں۔ متن میں اگر تعریف کا ذکر ہے تو شارح تعریف کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کرتے ہیں۔ پھر متن کی عبارت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس پر ہونے والے سوالات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔

اگر ماتن نے کسی بحث کو نئے انداز سے بیان کیا ہو تو شارح اس کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ ماتن نے نیا انداز کیوں اپنایا اور اس کا فائدہ کیا ہے۔

قطبی کی مشکلات

قطبی اور نور الانوار دونوں کا مسئلہ ایک جیسا ہی ہے اور وہ ان کی طوالت ہے۔ دونوں شارح بات کو سمجھانے کے لیے طوالت سے کام لیتے ہیں۔ بات کے طویل ہو جانے سے یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ متن میں کیا تھا کس بات کی وضاحت چل رہی ہے اور بات شروع کہاں سے ہوئی تھی۔

قطبی کیسے پڑھیں؟

قطبی کو سمجھنے کے لیے طلبہ کو ہر "اقول" میں تجزیہ اور تحلیل سے کام لینا چاہیے۔ اس سے کتاب خوب سمجھ آجاتی ہے۔ مثلاً

1. پہلے متن دیکھ لیں تا کہ نفس مسئلہ ازبر رہے کہ کس کی ضاحت ہونے جارہی ہے۔
2. پھر اقول میں دیکھیں کہ اس میں کتنی باتوں کا بیان آرہا ہے یعنی اس کا خلاصہ ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔
3. پھر یہ دیکھیں کہ شارح نے متن کی وضاحت میں کیا کیا اضافہ جات پیش کیے ہیں اور کیا فوائد بیان کیے ہیں۔

اب ایک اقول میں ایک بنیادی بات ہو گی پھر اس کی وضاحت ہو گی اور کچھ فوائد ہوں گے۔ بنیادی بات تو اکثر وہی ہوتی ہے جو شرح تہذیب تک پڑھ کے آچکے ہیں یا اس سے کچھ زائد ہو گی۔ فوائد سوال وجواب بھی ہو سکتے ہیں، وجہ تسمیہ کے طور پر بھی ہو سکتے ہیں اور ماتن پر اعتراض یا کسی اعتراض کے جواب کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں۔

غرض ایک اقول میں ایک چند بنیادی باتیں ہوں گی، پھر کچھ فوائد ہوں گے اور پھر کچھ سوال وجواب ہوں گے۔

باندازِ دیگر

آپ اپنے سے سوال کریں کہ اس اقول میں کیا بات چل رہی ہے؟ کتنی باتیں میں نے پہلے پڑھی ہوئی ہیں؟ کتنی باتیں نئی ہیں؟ نیا سیکھنے کو کیا ملا ہے۔

ایک اہم بات

دینی اور دنیاوی تعلیم کا ایک اصول ہے کہ ہر نئے درجہ میں پہلے سے زیادہ مشکل کتابوں کو رکھا جاتا ہے تاکہ نیا سیکھنے کو ملے، مشکل مسائل حل کرنے کا سلیقہ آجائے اور طلبہ محنت کرنے لگیں۔ لیکن اگر طلبہ مشکل مسائل سیکھنے سے بھاگتے رہیں گے تو کبھی ماہر عالم نہیں بن سکیں گے۔ لہذا بجائے بھاگنے کے ان کتابوں پر محنت کریں اور ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ انہیں اپنے لیے چیلنج کے طور پر قبول کریں۔

آخری بات

یہ نوٹس قطبی کی مباحث کا قدرے تفصیلی خلاصہ ہیں یہ نوٹس میرے انتہائی مشفق اور مہربان دوست ڈاکٹر عمار صاحب کو پڑھاتے وقت بنائے گئے تھے جنہیں بعد میں مزید بہتر کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

ان نوٹس کی مدد سے طلبہ قطبی کی مباحث کو انگلیوں پر گن کر یاد کرنے کے قابل ہو جائیں گے نیز کل مباحث ضبط میں آجائیں گی ان شاء اللہ تعالی العزیز۔

ظہور احمد

سید پور اسلام آباد

5/3/2023 بمطابق 13 شوال 1444ھ

مقدمہ





مقدمہ۔ ابتدائی مباحث

مقدمہ کا خلاصہ

مقدمہ میں کل سات اقوال آئیں گے جن میں منطق کی ابتدائی مباحث ذکر ہو گی:

اقول اول۔ اس میں کتاب کی ترتیب اور کتاب کا خلاصہ بیان ہو گا نیز اس بات کا بیان ہو گا کہ کسی علم کی ابتداء میں تعریف موضوع اور غرض کا جاننا کیوں ضروری ہے۔

اقول دوم۔ اس میں تصور اور تصدیق کی تعریف، تصور کا نیا نام اور اس کی وجہ کا بیان آئے گا۔

اقول سوم۔ کچھ تصورات بدیہی ہیں اور کچھ نظری اس کی دلیل کا بیان ہو گا۔

اقول چہارم۔ اس میں فکر و نظر کی تعریف، منطق کی تعریف اور ضرورت کا بیان آئے گا۔

اقول پنجم۔ ایک معارضہ کا ذکر ہو گا کہ منطق سیکھنے کی ضرورت نہیں اور اس کا جواب دیا جائے گا۔

اقول ششم۔ اس اقول میں موضوع کی تعریف اور منطق کے موضوع کا بیان آئے گا۔

اقول ہفتم۔ قول شارح اور حجۃ کی تعریف کا بیان آئے گا۔

مقدمہ میں نیا سیکھنے کو کیا ملے گا؟

قطبی کے مقدمہ میں درج ذیل باتیں طلبہ کو پہلی دفعہ سیکھنے کو ملیں گی۔ ان میں سے کئی اصطلاحات علمی دنیا میں بار بار استعمال ہوتی ہیں لہذا ان کو اچھے طریقہ سے سمجھ کر ان کی تعریفات کو یاد کر لینا چاہیے تاکہ بعد میں کام آئیں۔

1. علم، اور تصور کے نئے نام۔
2. بشرط شئ، بشرط لاشئ اور لا بشرط شئ کی تعریفات۔
3. دور اور تسلسل کی تعریفات اور ان کے باطل ہونے کی وجوہات۔
4. تصور برسمہ اور تصور بوجہ ما کا ذکر۔
5. فعل اور انفعال میں فرق۔
6. موضوع کی تعریف کے ضمن میں عوارض کی اقسام۔
7. فکر، ترتیب، آلہ، قانون اور علت متوسطہ کی تعریفات۔

پہلا اقول۔ابتدائی مباحث

اس اقول میں بنیادی طور پر دو باتوں کا بیان ہے۔

1. کتاب کا خلاصہ اوراس کی وجہ حصر۔
2. علم کے شروع میں تعریف، موضوع اور ضرورت کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

پہلی بات: رسالہ شمسیہ کا خلاصہ

رسالہ شمسیہ ایک مقدمہ تین مقالات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

- مقدمہ میں علم منطق کی تعریف اور اس کی ضرورت کا بیان ہو گا۔
- مقالہ اولی میں مفردات کا بیان ہو گا۔ مفردات سے مراد تصورات ہیں
- مقالہ ثانیہ میں قضایا اور اس کے احکام کا بیان ہو گا۔ قضایا کا دوسرا نام تصدیق ہے تو تصدیقات کا بیان ہو گا۔
- مقالہ ثالثہ میں قیاس کا بیان ہو گا۔
- خاتمہ میں قیاس کے مواد کا ذکر ہو گا۔

وجہ حصر

کتاب کے شروع میں جس کا جاننا ضروری ہے علم کے شروع میں بھی اس کا جاننا ضروری ہو گا یا نہیں اگر ہو گا تو یہ مقدمہ ہوا اور اگر نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس میں

بحث مفردات سے ہو گی یا مرکبات سے اگر مفردات سے بحث ہو تو مقالہ اولی اگر مرکبات سے بحث ہوئی تو پھر دو حال سے خالی نہیں مرکبات مقصودہ سے بحث ہو گی یا غیر مقصودہ سے اگر مرکبات غیر مقصودہ سے بحث ہوئی تو مقالہ ثانیہ اور اگر مرکبات مقصودہ سے بحث ہوئی تو پھر دو حال سے خالی نہیں ان مرکبات میں نظر من حیث الصورۃ ہو گی یا من حیث المادۃ۔ اگر من حیث الصورۃ ہوئی تو مقالہ ثالثہ اور اگر من المادہ ہوئی تو خاتمہ۔

دوسری بات: مقدمہ میں کن باتوں کا بیان ہے

شارح نے کہا کہ مقدمہ سے مراد یہ ہے کہ جس پر شروع فی العلم موقوف ہو۔ اور متن میں ابھی گزرا کہ مقدمہ میں تعریف اور ضرورت کا بیان ہے تو معلوم ہوا کہ شروع فی العلم علم کی تعریف اور اس کی ضرورت پر موقوف ہے شارح نے موضوع کا بھی اضافہ کر دیا تو اب تین چیزیں ہو گئی۔ اور مطلب یہ بنا کہ کسی بھی علم کے شروع میں مقدمہ کے طور پر تین باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

- تعریف
- موضوع
- غرض

علم کے شروع میں تعریف موضوع اور ضرورت کا جاننا کیوں ضروری ہے ؟

تعریف کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ اگر تعریف بھی معلوم نہ ہوئی تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی یعنی طالب علم ایک ایسی چیز کو طلب کر رہا ہے جو کبھی اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں گزری اور یہ محال ہے۔

موضوع کا جاننا اس لیے ضروری ہے تا کہ ایک علم کو دوسرے سے جدا کیا جا سکے۔

غرض کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ اگر کسی کو یہ ہی پتہ نہیں کہ اس علم کی غرض وغایت اور ضرورت کیا ہے تو اس کا علم کو حاصل کرنا ایک فضول کام ہو جائے گا۔

اب اقول میں صرف ایک بات رہ گئی اور وہ ہے فیہ نظر ۔

نظر کا خلاصہ

یہ کہنا درست نہیں کہ اگر کسی علم کی تعریف معلوم نہ ہو تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی ۔ کیونکہ ہمیں کئی علوم کی باقاعدہ تعریفات معلوم نہیں ہوتی لیکن ہم انہیں جانتے ہیں لہذا وجہ یہ بیان کرنی چاہیے کہ اگر کسی علم کی باقاعدہ تعریف معلوم نہ ہو گی تو طالب علم کو صحیح طریقے سے اس علم کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلے گا۔

نظر باند از شارح

آپ نے کہا کہ اگر علم کا تصور بھی نہ ہو گا تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی ہم پوچھتے ہیں کہ تصور سے کون سا تصور مراد لیتے ہیں تصور بوجہ ما (ہلکا سا تصور) یا تصور

برسمہ (باقاعدہ تعریف) اگر تصور بوجہ ما مراد لیتے ہیں تو آپ کی بات درست ہے کہ اگر علم کا تصور بوجہ ما بھی نہ ہوگا تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی لیکن یہاں مقدمہ میں تصور بوجہ ما مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ مقدمہ میں تعریف کا بیان ہوتا ہے جو تصور برسمہ ہے بوجہ ما نہیں ۔گویا دلیل دعوے کے مطابق نہیں دعوی یہ تھا کہ تصور برسمہ کا جاننا ضروری ہے اور دلیل تصور بوجہ ما والی دی گئی۔

اور اگر تصور سے تصور برسمہ (باقاعدہ تعریف) مراد لیں تو ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ اگر کسی علم کا تصور برسمہ نہ ہو تو مجہول مطلق کی طلب لازم آتی ہے مجہول مطلق کی طلب تو تب لازم آئے جب تصور بوجہ ما نہ ہو۔

لہذا آپ کو یوں کہنا ہی نہیں چاہیے کہ اگر تصور برسمہ (تعریف) معلوم نہ ہو تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی بلکہ آپ کو یوں کہنا چاہیے کہ تعریف کا جاننا اس لیے ضروری ہے تاکہ طالب علم علی وجہ البصیرۃ (یعنی ذرا اچھے طریقے سے) اس علم کو جان لے۔

دوسرا اقول۔ علم اور اقسام علم

مصنف نے مقدمہ میں منطق کی غرض اور تعریف بیان کرنی تھی لیکن وہ تصور اور تصدیق کی تعریفات کرنے لگ گئے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک تصور اور تصدیق اور ان

کی اقسام کا علم نہیں ہو گا منطق کی تعریف اور غرض بھی سمجھ نہ آئے گی۔اسی وجہ سے پہلے علم کی تعریف اور اس کی اقسام کو ذکر کیا۔

اس اقول میں درج ذیل باتوں کا بیان ہے :

- علم کی تعریف۔
- تصور اور تصدیق کی تعریف۔
- تصدیق کی تعریف میں امام رازی اور حکماء کا اختلاف۔
- علم کی تقسیم میں میں مصنف کا مشہور طریقے اور مشہور ناموں سے عدول اور اس کی وجہ ۔

علم مقسم ہے اور تصور اور تصدیق اس کی اقسام ہیں۔اب پہلے مقسم کی وضاحت کی جائے گی پھر اس کی اقسام کی باری باری وضاحت آئے گی۔

علم کی تعریف

ایک ہے مطلق تصور اس کا دوسرا نام علم بھی ہے علم کی تعریف ہے حصول صورۃ الشئ فی العقل۔کسی چیز کی صورت کا ذہن میں آنا۔

مطلق تصور مقسم ہے اس کی آگے دو قسمیں ہیں تصور بلا حکم اور تصور مع الحکم۔

فائدہ

شارح کے نزدیک متن کی عبارت ھو حصول صورۃ الشئ فی العقل میں ھو ضمیر مطلق تصور کی طرف راجع ہے جسے علم بھی کہتے ہیں لہذا یہ مقسم کی تعریف ہے۔ بظاہر تو اس ضمیر کا مرجع وہ تصور بنتا ہے جو علم کی قسم اور تصدیق کے مقابل ہے لیکن شارح کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ علم کی طرف ضمیر راجع ہو رہی ہے اور مصنف نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے تا کہ اس فائدہ کی طرف اشارہ ہو جائے کہ لفظ تصور علم کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

تصور اور تصدیق کی تعریف

مطلق تصور (علم) کی دو قسمیں ہیں:

- تصور بلا حکم۔ اسے تصور فقط اور تصور ساذج بھی کہتے ہیں۔
- تصور مع الحکم۔ اسے تصدیق کہتے ہیں۔

تصدیق کے متعلق دو ابحاث

اب آگے تصدیق کے متعلق دو ابحاث آرہی ہیں :

- تصدیق کی تعریف میں لفظ حکم کی وضاحت۔
- تصدیق کی تعریف میں امام رازی اور حکماء کا اختلاف۔

حکم کی تعریف میں اختلاف

تصدیق کی تعریف میں حکم کا لفظ قابل غور ہے۔ حکم کسے کہتے ہیں اس میں دو قول ہیں۔

قول اول

حکم ادراک کا نام ہے۔ ادراک کا معنی جاننا ہے یعنی نسبت کے وقوع کا ادراک اور اس کا یقینی علم ہو جسے تہذیب میں اذعان کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ پس وقوع نسبت کا ادراک ضروری ہے اسی وجہ سے اگر نسبت حکمیہ کا ادراک تو پایا جائے مگر وقوع نسبت یا عدم وقوع نسبت کا ادراک نہ ہو مثلاً نسبت میں شک ہو یا وہم ہو تو اسے تصدیق نہ کہا جائے گا بلکہ اسے بھی تصور ہی کہیں گے۔

قول دوم

متاخرین مناطقہ کے نزدیک حکم ایقاع نسبت کا نام ہے۔ یعنی نسبت کا واقع کرنا۔

دونوں آراء میں فرق

اگر حکم ایقاع کا نام ہے تو یہ ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ ایقاع فعل ہے اور ادراک انفعال اور فعل انفعال نہیں ہوا کرتا۔

فعل اور انفعال میں فرق

فعل اور انفعال میں فرق یہ ہے کہ فعل اثر کرنے کا نام ہے اور انفعال اثر کے قبول کرنے کا نام ہے۔ مثلاً روشنی ایک فعل ہے اور آئینہ کا روشنی قبول کرنا انفعال ہے۔

اختلاف کا نتیجہ

بہر حال اگر ہم حکم کا معنی ادراک لیں تو تصدیق چار تصورات کے مجموعہ کا نام ہو گی۔ محکوم علیہ کا تصور، محکوم بہ کا تصور، نسبت حکمیہ کا تصور اور وقوع نسبت یالا وقوع نسبت کا تصور۔ اور اگر حکم کا معنی ایقاع نسبت ہو تو تصدیق تصورات ثلاثہ اور حکم کے مجموعہ کا نام ہو گی۔

تصدیق کی حقیقت میں امام رازی اور حکماء کا اختلاف

امام رازی اور حکماء کے نزدیک تصدیق کی حقیقت میں اختلاف ہے ۔ حکماء کے نزدیک تصدیق صرف حکم کا نام ہے جبکہ امام رازی کے نزدیک تصدیق حکم اور تصورات ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ دونوں مذاہب میں فرق حسب ذیل ہے:

1. امام رازی کے نزدیک تصدیق مرکب ہے جبکہ حکماء کے نزدیک بسیط ہے۔

2. امام رازی کے نزدیک طرفین کا تصور تصدیق کے لیے شطر ہے جبکہ حکماء کے نزدیک شرط ہے۔ شرط اور شطر میں فرق یہ ہوتا ہے کہ شرط شئ کی حقیقت سے خارج ہوتی ہے جبکہ شطر شئ کا جزء اور اس کی حقیقت میں داخل ہوتی ہے۔

3. امام رازی کے نزدیک حکم تصدیق کا جزء ہے جبکہ حکماء کے نزدیک حکم ہی تصدیق ہے۔

مشہور تقسیم سے عدول کی وجہ

کتب منطق میں علم کی تقسیم عموماً ایسے کی جاتی ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں تصور اور تصدیق جبکہ مصنف نے نام بدل کر تقسیم یوں کی کہ علم یا تو تصور فقط ہے یا تصدیق ہے ۔مشہور انداز کو چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ مشہور تقسیم پر اعتراضات ہوتے تھے۔ اور ان سب اعتراضات کا منشا یہ نام بن رہے تھے۔ لیکن جب مصنف نے نام ہی بدل دیے تو تو اب یہ اعتراضات نہیں ہوسکتے۔ آگے اعتراضات کی تفصیل آرہی ہے۔

پہلا اعتراض

علم کی تصور اور تصدیق کی طرف تقسیم فاسد ہے کیونکہ اس تقسیم کی وجہ سے دو میں سے ایک خرابی ضرور لازم آتی ہے۔

اس تقسیم کی وجہ سے یا تو :

- شئ کی قسم اس کی قسیم بن جاتی ہے یا
- شئ کی قسیم اس کی قسم بن جاتی ہے۔

جبکہ یہ دونوں خرابیاں ہیں کیونکہ قسیم مقابل کو کہتے ہیں اور قسم کبھی قسیم نہیں ہو سکتی اور قسیم کبھی قسم نہیں ہو سکتی۔

اب یہ کس طرح ؟تو وضاحت سے پہلے ہم آپ پوچھتے ہیں کہ آپ تصور کی کون سی تعریف لیتے ہیں امام رازی کی یا حکماء کی ؟اگر امام رازی کی تعریف لیتے ہوئے آپ کہیں کہ تصدیق تصور مع الحکم کا نام ہے تو تصور مع الحکم تصور کی ہی قسم ہے جبکہ مشہور تقسیم میں آپ نے تصدیق کو تصور کی قسیم بنایا تھا۔ تو یہاں شئ کی قسم اس کی قسیم بن گئی ہے۔ شارح کے الفاظ میں قسم الشئ قسیم لہ ہونا لازم آگیا۔

اور اگر آپ حکماء کی تعریف مراد لیتے ہوئے کہیں کہ تصدیق نام صرف حکم کا ہے تو یہ تصور کی قسیم بنی جبکہ یہ تو تصور کی قسم تھی کیونکہ علم بھی تصور کو ہی کہتے ہیں۔ اس طرح شئ کی قسیم اس کی قسم بن گئی۔

یہ اعتراض مشہور تقسیم پر وارد ہوتا تھا کیونکہ علم کی تعریف بھی تصور تھی اور اس کی ایک قسم بھی تصور تھی۔

لیکن مصنف کے نئے ناموں اور تعریفات کے بعد اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ تصدیق مطلق تصور کی قسم ہے اور تصور فقط کی قسیم ہے۔ اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ مطلق تصور مقسم ہے اور اس کی قسم کا نام تصور فقط ہے۔ اور تصدیق مطلق تصور کی قسم ہے نہ کہ تصور فقط کی۔

دوسرا اعتراض

آپ (تصور اور تصدیق میں) تصور سے کیا مراد لیتے ہیں حضور ذہنی مطلق یا حضور ذہنی مقید بعدم الحکم ؟

اگر حضور ذہنی مطلق مراد لیتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ایک چیز اپنی ذات کی طرف تقسیم ہو رہی ہے یعنی انقسام الشئی الی نفسہ والی غیرہ لازم آئے گا جو باطل ہے۔ لازم اس طرح آئے گا کہ علم کی تعریف بھی حضور ذہنی مطلق ہے اور تصدیق کے مقابل جو تصور ہے اس کی بھی یہی تعریف ہے تو اس طرح علم اپنی ذات اور تصدیق کی طرف تقسیم ہوا۔

اور اگر تصور سے آپ حضور ذہنی مقید بعدم الحکم مراد لیتے ہیں تو پھر تصدیق کی تعریف کیسے کریں گے ؟ کیونکہ اس کی تعریف تصور مع الحکم ہے اور تصور کی تعریف آپ کر رہے ہیں جو مقید ہو عدم حکم کے ساتھ۔ اس طرح تصدیق کی تعریف میں عدم حکم لفظ تصور سے آجائے گا (کیونکہ اس کی تعریف میں یہ بات شامل ہے) اور حکم بھی آجائے گا اس

طرح تصدیق میں حکم اور عدم حکم دونوں پائے جائیں گے حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ اس میں ترکب الشئ من النقیضین لازم آتا ہے۔

یہ خرابی بھی مشہور تقسیم پر ہی لازم آتی ہے کیونکہ تعریفات واضح نہیں ہیں لیکن مصنف کی بیان کردہ تقسیم پر یہ اعتراض ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ تصدیق کے مقسم یعنی علم کی تعریف کرتے وقت ہم حضور ذہنی مطلق مراد لیں گے اور تصدیق کے مقابل تصور کی تعریف کرتے وقت حضور ذہنی مقید بعدم الحکم مراد لیں گے تو یہ سوال ہی نہ ہو سکے گا۔

علم اور اس کی اقسام میں فرق کی مزید وضاحت

مقسم علم اور اس کی اقسام میں واضح فرق ہے لیکن اس فرق کو سمجھنے سے پہلے بشرط شئ، بشرط لا شئ اور لا بشرط شئ کی اصطلاحات کو سمجھ لینا چاہیے۔

بشرطِ شئ کا مطلب ہے کسی چیز کی شرط۔ یعنی کسی چیز کے موجود ہونے کی شرط لگا دینا جیسے اگر کسی کو دعوت طعام دی جائے اور وہ کہے کہ اس شرط پر دعوت قبول ہے کہ دعوت میں کھیر ہو گی۔ یہاں قبول دعوت بشرطِ وجود کھیر ہے۔

بشرط لا شئ کا مطلب ہے کہ کسی چیز کے عدم کی شرط۔ یعنی کسی چیز کے موجود نا ہونے کی شرط لگا دینا جیسے مذکورہ مثال میں ہی اگر کوئی کہے کہ اس شرط پر دعوت قبول ہے کہ دعوت میں شیر خورماں نہیں ہو گا۔ یہاں قبول دعوت بشرط عدم وجود شیر خورماں ہے۔

لابشرط شئ کا مطلب ہے کہ کسی بھی چیز کا شرط نا ہونا۔یعنی بنا کسی شرط کے جیسے کوئی شخص بلا کسی شرط کے دعوت قبول کرلے تو یہ قبول دعوت لابشرط شئ ہوگی۔

اس تمہید کو سمجھنے کے بعد اب اصل بحث کی طرف آتے ہیں کہ علم اور اس کی اقسام میں واضح فرق ہے اور وہ یہ کہ حضور ذہنی لابشرط شئ(یعنی جس میں کوئی شرط نہیں نہ عدم حکم کی نہ حکم کی) علم اور مطلق تصور ہے۔ حضور ذہنی بشرط لاشئ(عدم حکم کی شرط کے ساتھ) تصور فقط ہے اور حضور ذہنی بشرط شئ(حکم کی شرط کے ساتھ) تصدیق ہے۔

اسی بات کو ان الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کہ علم لابشرط شئ کے درجہ میں ہے ۔تصور بشرط لاشئ کے درجہ میں ہے کہ اس میں عدم حکم معتبر ہے اور تصدیق بشرط شئ کے درجہ میں ہے کیونکہ اس میں حکم معتبر ہے۔



تیسرا قول - تمام بدیہی اور نظری نہیں

اس اقول میں چند باتوں کا ذکر ہے۔

- تمام تصورات نہ بدیھی ہیں نہ تمام تصورات نظری اس کی دلیل کی وضاحت
- دور اور تسلسل کی تعریف۔
- دور اور تسلسل کیوں باطل ہے۔
- تسلسل کے بطلان کی دلیل پر ایک اعتراض کا جواب۔

بنیادی بات بس اتنی ہے کہ کچھ تصورات اور تصدیقات بدیھی ہوتے ہیں اور کچھ نظری

۔

سب بدیہی نہ ہونے کی دلیل

اس پر ماتن نے یہ دلیل دی کہ اگر سب بدیھی ہوتے تو ہمارے لیے کوئی چیز مجھول نہ ہوتی ہمیں ہر چیز معلوم ہوتی۔

دلیل پر رد

شارح کہتے ہیں یہ دلیل درست نہیں کیونکہ بداہت حصول کو مستلزم نہیں یعنی ایسا نہیں ہے کہ چیز بدیھی ہو تو ہر ایک کو ضرور معلوم بھی ہو۔ ہو سکتا ہے ایک چیز بدیھی ہو لیکن اس کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے یا تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے معلوم نہ ہو۔ لہذا یہ دلیل

درست نہیں۔ دلیل یہ دینی چاہیے کہ اگر تمام تصورات اور تصدیقات بدیھی ہوتے تو ہمیں کبھی بھی غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا سب بدیھی نہیں ہیں۔

سب کے نظری نہ ہونے کی دلیل

اور اگر سب نظری ہوتے تو دور یا تسلسل لازم آتا کیونکہ اس وقت ایک بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں دوسری بات کی ضرورت ہوتی اور دوسری بات کو سمجھنے کے لیے کسی تیسری بات کی ضرورت ہوتی تو یہ سلسلہ یا تو اسی طرح چلتا رہتا تو تسلسل لازم آتا یا واپس پلٹ کر پہلی بات پر آجاتا تو دور لازم آتا ہے اور دور اور تسلسل دونوں باطل ہیں لہذا تمام تصورات اور تصدیقات بھی نظری نہیں۔ بلکہ کچھ بدیھی اور اور کچھ نظری ہیں۔

دور کی تعریف

دور کہتے ہیں توقف الشیٔ علی مایتوقف علی ذالک الشیٔ اما بمرتبۃ او بمراتبۃ۔ ایک چیز کا کسی ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس پہلی چیز پر موقوف ہے چاہے ایک مرتبہ سے ہو یا کئی مراتب سے۔ ایک مرتبہ کی مثال جیسے اب پر موقوف ہو اور ب اپر۔ اور کئی مراتب کی مثال جیسے اب پر موقوف ہو ب ج پر موقوف ہو ج د پر اور د دوبارہ اپر موقوف ہو۔

تسلسل کی تعریف

ترتب امور غیر متناہیہ یعنی لامتناہی امور کا خارج میں پایا جانا۔

دور کیوں باطل ہے

دور کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے لازم آتا ہے کہ چیز اپنے حصول سے پہلے ہی حاصل ہو جائے حالانکہ یہ محال ہے۔

مثال سمجھنے سے پہلے ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ موقوف علیہ پہلے ہوتا ہے اور موقوف بعد میں۔ اب مثال سمجھیں مثلاً ایک چیز کا حصول جب دوسری پر موقوف ہو گا اور دور کی وجہ سے دوسری چیز کا حصول پہلی چیز پر تو ہر ایک چیز دوسرے سے پہلے ہو گی کیونکہ وہ اس کا موقوف علیہ ہے۔ پھر دور کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کے واسطہ سے خود اپنے آپ پر موقوف ہو جائے گی تو خود ہی موقوف اور خود ہی موقوف علیہ۔ یعنی خود ہی مقدم اور خود ہی مؤخر۔ تو گویا اپنے حاصل ہونے سے پہلے ہی حاصل ہو جائے گی۔

بالفاظ دیگر ایک ہی چیز نے ابھی حاصل بھی ہونا ہے کیونکہ موقوف ہے اور حاصل بھی ہو گئی ہے کیونکہ موقوف علیہ ہے۔ اور اپنے حصول سے پہلے ہی حاصل ہو جانا باطل ہے۔ اسی وجہ سے دور باطل ہے۔

تسلسل کے بطلان کی دلیل

تسلسل اس لیے باطل ہے کہ اس صورت میں اس چیز کا حصول استحضار مالانہایہ پر موقوف ہو گا یعنی نہ ختم ہونے والی چیزوں کے استحضار پر موقوف ہو گا۔ اور اس ایک چیز کا علم تبھی حاصل ہو سکے گا جب نہ ختم ہونے والی معلومات ذہن میں حاضر ہوں۔ اور یہ خود باطل ہے لہذا تسلسل بھی باطل ہے۔

اعتراض

آپ نے کہا کہ تسلسل کی صورت میں علم مطلوب کا حصول استحضار مالانہایۃ پر موقوف ہو گا اور استحضاور مالانہایہ محال ہے ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ استحضار مالانہایہ جسے استحضار امور غیر متناہیہ بھی کہتے ہیں اس سے آپ کیا مراد لیتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں سب کا استحضاور یا وقتاً فوقتاً بالفاظ دیگر دفعۃ واحدہ یا فی دفعات مختلفہ۔ اگر آپ دفعۃ واحدہ مراد لیتے ہیں تو ہم نہیں مانتے کہ یہاں استحضار مالانہایۃ لازم آتا ہے کیونکہ امور غیر متنایہ معدات ہیں معدات کا مطلب یہ ہے کہ ایک فنا ہوتا ہے تو دوسرا وجود میں آتا ہے جیسے چلنے میں ایک قدم فنا ہوتا ہے تو دوسرا قدم وجود میں آتا ہے۔ ایسی صورت میں دفعۃ واحدہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اگر آپ کہتے ہیں کہ غیر متناہی زمانوں میں امور غیر متنایہ کا استحضار لازم آتا ہے تو بات تو آپ کی درست ہے لیکن اس سے محال لازم نہیں آتا۔ یہ محال تو تب لازم آتا

ہے جب نفس حادث ہو لیکن اگر نفس قدیم ہو تو محال لازم نہیں آتا کیونکہ نفس بھی قدیم ہے تو وہ غیر متناہی ازمنہ میں غیر متناہی علوم کو حاصل سکتا ہے۔

جواب

ہم دوسری شق لیکر کہتے ہیں کہ مراد ازمنہ غیر متنایہ میں امور غیر متنایہ کا استحضار ہے اور نفس انسانی حادث ہے اس کے لیے یہ محال ہی ہے۔



چوتھا اقول-منطق کی تعریف،اور ضرورت

اس اقول میں درج ذیل باتوں کا ذکر ہے:

1. نظر و فکر کی تعریف اور اس کی وضاحت۔
2. منطق کی تعریف اور اس کی وضاحت۔
3. منطق کی ضرورت کا بیان۔

بات یہ چل رہی تھی کہ کچھ تصورات اور تصدیقات بدیھی ہیں اور کچھ نظری اب کہتے ہیں کہ نظریات کو بدیھیات سے فکر کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔

پہلی بات :فکر کی تعریف

ھو ترتیب امور معلومۃ لیتادی الی المجھول۔ امور معلومہ کو ترتیب دینا تاکہ امور مجھولہ تک پہنچادیں۔

صاحب قطبی تعریف کے ایک ایک لفظ کی مکمل وضاحت بیان کریں گے چنانچہ:

- ترتیب کی تعریف کا ذکر ہو گا۔
- امور کے لفظ کی وضاحت ہو گی۔
- معلومہ کے لفظ کی وضاحت ہو گی۔

- تادی الی المجہول کہنے کے فائدہ کا بیان ہو گا۔

ترتیب کی تعریف

ترتیب کا لغوی معنی ہے جعل کل شئی فی مرتبتہ۔ اصطلاح میں ترتیب کی تعریف یہ ہے کہ جعل الاشیاء المتعددۃ بحیث تطلق علیھا اسم الواحد ویکون لبعضھا نسبۃ الی بعض الاخر بالتقدم التاخر۔یعنی مختلف چیزوں کو اس طرح رکھنا کہ ان پر ایک نام بولا جاسکے اور ایک کی نسبت دوسرے کی طرف اس طرح ہو ایک کو مقدم اور دوسرے کو مؤخر کہا جاسکے۔

امور

کسی نے سوال کیا کہ تعریف میں لفظ امور ذکر کیا جو جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے جبکہ ترتیب دو میں بھی قائم ہو جاتی ہے۔شارح نے اس کا جواب دیا کہ منطقی تعریفات میں جب بھی جمع کا لفظ آئے اس سے مراد مافوق الواحد ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے۔

باقی مفرد کا لفظ اس لیے استعمال نہیں کیا کیونکہ ایک چیز میں ترتیب کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔

معلومہ

تعریف میں معلومہ کا لفظ عام ہے۔ تصورات اور تصدیقات دونوں کو شامل ہے نیز ہر طرح کی تصدیقات کو شامل ہے مثلا یقینیات ظنیات وغیرہ۔

تادی الی المجھول

یہ لفظ اس لیے استعمال کیا کیونکہ جو چیز پہلے سے حاصل ہو اس کو حاصل نہیں کیا جاتا۔ ورنہ تحصیل حاصل لازم آتی ہے۔

اس تعریف کی ایک خصوصیت

اس تعریف میں ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ تعریف علل اربعہ پر مشتمل ہے۔

علل اربعہ یہ ہیں:

علت مادی۔۔۔۔۔۔ مثلاً لکڑی چارپائی کے لیے علت مادی ہے۔

علت فاعلی۔۔۔۔۔۔۔ مثلاً نجار علت فاعلی ہے۔

علت صوری۔۔۔۔۔۔ مثلاً چارپائی کی شکل وصورت علت صوری ہے۔

علت غائی۔۔۔۔۔۔۔ مثلاً چارپائی کا مقصد کہ اس پر بیٹھا جائے علت غائی ہے۔

ترتیب سے علت صوری کی طرف اشارہ ہے۔ اور علت فاعلی کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کیونکہ ترتیب کے لیے مرتب کا ہونا ضروری ہے۔ لیتادی الی المجہول سے علت غائی کی طرف اشارہ ہے۔ امور معلومہ سے علت مادی کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری بات۔علم منطق کی ضرورت

یہ فکر ہمیشہ درست نہیں ہوتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عقلاء میں کبھی اختلاف نہ ہو حالانکہ آئے دن ان کا اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ لہذا کسی ایسے قانون کی ضرورت ہے جو ہمیں اس فکر کی غلطی سے محفوظ رکھے اور وہ قانون منطق ہے۔

تیسری بات۔علم منطق کی تعریف

اس سے ہمیں علم منطق کی تعریف بھی معلوم ہو گئی۔

ھو الہ قانونیہ تعصم مراعاتھا الذہن عن الخطافی الفکر۔ یعنی منطق ایک ایسا قانونی الہ ہے جس کی رعایت رکھنا ذہن کو فکری غلطیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

آگے شارح تعریف کی مکمل وضاحت کرتے ہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل باتوں کی وضاحت آئے گی:

- آلہ کی تعریف
- قانون کی تعریف

- منطق کا آلہ ہونا
- منطق کا قانون ہونا
- منطق کی رعایت رکھنا خطا فی الفکر سے بچاتا ہے۔
- تعریف کا رسم ہونا

آلہ کی تعریف

الہ فاعل اور منفعل کے درمیان واسطہ ہوتا ہے جو فاعل کا اثر منفعل تک پہنچاتا ہے۔ تعریف میں فی وصول اثرہ الیہ کی قید سے علت متوسطہ نکل جاتی ہے۔ اب پہلے یہ سمجھ لیں کہ علت متوسطہ کیا ہوتی ہے پھر اس کے خروج کی وجہ سمجھ آجائے گی۔

علت متوسطہ کی تعریف

اگر کسی چیز کی ایک علت قریبہ ہو اور ایک علت بعیدہ اور علت بعیدہ اپنا اثر علت قریبہ کے واسطے سے پہنچائے تو اس علت قریبہ کو علت متوسطہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً بیٹے کے وجود کے لیے والد علت قریبہ ہے اور دادا علت بعیدہ اور والد بیٹے اور دادا کے درمیان واسطہ ہے تو والد علت متوسطہ ہوا۔

علت متوسطہ کیسے خارج ہوتی ہے

اب علت اپنا اثر تو براہ راست معلول اور منفعل تک پہنچاتی ہے لیکن علت بعیدہ کا اثر معلول تک نہیں پہنچاتی۔ تو جب یہ اثر نہیں پہنچاتی تو آلہ کی تعریف سے خارج ہو گئی۔

فائدہ

شارح کی اس تقریر میں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ شارح کے نزدیک کسی شئ کے علت ہونے کے لیے اس کے اثر کا معلول تک پہنچنا ضروری نہیں یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی شئ علت ہو لیکن اس کا اثر معلول تک نہ پہنچے۔ اگر یہ بات یاد رہے گی تو شارح کی بات کو سمجھنا آسان رہے گا۔

قانون کی تعریف

القانون امر کلی ینطبق علی جمیع جزئیاتہ لیتعرف احکامھا منہ۔ یعنی قانون ایک ایسا امر کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے تاکہ جزئیات کے احکام معلوم کیے جا سکیں ۔

منطق آلہ ہے

کیونکہ منطق قوت عاقلہ اور مطالب کسبیہ کے درمیان آلہ کا کام دیتی ہے کہ اس کے ذریعے سے عقل سوچ کر نظریات کو حاصل کرتی ہے۔

منطق قانونی الہ ہے

کیونکہ منطق میں قوانین کلیہ کا ذکر ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتی ہے۔

منطق کی رعایت خطافی الفکر سے بچاتی ہے

کیونکہ جب تک رعایت نہ رکھی جائے گی خطافی الفکر سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

تعریف کی احترازی قیود کا بیان

الہ بمنزلہ جنس کے ہے۔ قانون بمنزلہ فصل کے ہے اس سے کام کرنے والوں کے آلات نکل گئے خطافی الفکر بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس سے دوسرے علوم کے قوانین نکل گئے۔ جو خطافی الفکر سے نہیں بچاتے مثلاً علم النحو خطافی المقال سے بچاتا ہے۔

یہ تعریف رسم ہے

اس کی دو وجوہات بیان کی :

- منطق کا آلہ ہونا منطق کا عرض ہے اور تعریف بالعرض رسم ہوتی ہے
- یہ تعریف بالغایۃ ہے کیونکہ اس تعریف میں ہی منطق کی غرض کا بیان ہے اور تعریف بالغایہ رسم ہوتی ہے۔

رسم کہنے میں فائدہ جلیلہ

رسمواہ کہہ کر ایک بڑے فائدے کی طرف اشارہ کردیا اور وہ فائدہ یہ ہے کہ کسی علم کے شروع میں اس کی تعریف بالحد ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ تعریف بالحد کا مطلب علم کی ماہیت بیان کرنا ہوتا ہے اور کسی علم کی ماہیت اس کے مسائل ہوتے ہیں اس طرح تعریف بالحد کا مطلب علم کے تمام مسائل کو شروع میں بیان کرنا ہوا حالانکہ ابھی آپ علم کو شروع کرنے لگے ہیں ابھی مقدمہ میں تمام مسائل کیسے بیان ہوسکتے ہیں۔ اس لیے کسی علم کی ابتداء میں اس کی تعریف بالرسم ہی ہوسکتی ہے تعریف بالحد نہیں۔

سوال

یعنی آپ کہہ رہے ہیں کہ تعریف بالحد علم بجمیع المسائل پر موقوف ہے اگر ایسی ہی بات ہے تو سوال یہ ہے کہ تعریف بالحد تصور ہے اور علم کے مسائل تصدیق ہیں اور آپ نے تعریف بالحد کو علم بجمیع المسائل پر موقوف کیا ہے جس کے معنی ہیں کہ تصور تصدیق پر موقوف ہو گیا حالانکہ تصور تصور پر موقوف ہوتا ہے تصدیق پر نہیں۔

جواب

آپ ہماری بات سمجھ نہیں سکے ہمارے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تعریف بالحد علم بجمیع المسائل کے تصور پر موقوف ہے۔ فلا اشکال

پانچواں اقول-ایک معارضہ اور جواب

رسالہ شمسیہ کی عبارت میں ایک معارضۃ کی طرف اشارہ تھا۔اقول میں وضاحت کے ساتھ اس معارضہ کا ذکر ہے پھر اس معارضہ کے تین جوابات ذکر کیے ہیں:

- ایک جواب ماتن نے دیا ہے۔
- ایک جواب کسی نے دیا ہے جس کو صاحب قطبی نے رد کر دیا ہے۔
- ایک جواب صاحب قطبی نے اپنی طرف سے دیا ہے۔

معارضہ کی تعریف

اقول کا معارضہ سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ معارضۃ کسے کہتے ہیں :

تو معارضہ کا مطلب ہے مدعی کے دعوی کے برعکس دعوی قائم کرنا اور اس کی دلیل دینا۔ المقابلۃ علی سبیل الممانعۃ۔

معارضہ کا ذکر

صاحب رسالہ شمسیہ نے بیان کیا تھا کہ منطق کی ضرورت ہے۔اب معارض کہہ رہا ہے کہ منطق کی ضرورت نہیں اس نے دلیل یہ دی کہ منطق مکمل طور پر بدیھی ہے لھذا اس کے سیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر منطق مکمل بدیھی نہیں تو مکمل نظری ہو گی اور اگر منطق مکمل نظری ہو تو دور یا تسلسل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

پہلا جواب-ماتن کی طرف سے

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ منطق نہ مکمل بدیھی ہے نہ مکمل نظری بلکہ کچھ اجزاء بدیھی ہیں اور کچھ نظری اور نظریات کو بدیھیات سے حاصل کیا جاتا ہے۔

معارضہ کا دوسرا جواب اور اس کا رد

معارضہ کا کسی نے جواب یہ دیا کہ ہم دوسری شق کو لیکر کہتے ہیں منطق نظری ہے اسی وجہ سے اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے

رہا یہ کہنا کہ پھر دور اور تسلسل لازم آئے گا تو ایسا نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ تمام نظریات کسی ایک بدیھی پر جا کر ختم ہوں۔ تو اس طرح نہ دور لازم آئے گا اور نہ تسلسل۔

شارح قطبی اس جواب کو رد کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جواب درست نہیں کیونکہ نظریات کو حاصل کرنے کا ذریعہ صرف منطق تھی کیونکہ نظریات یا تصورات ہوں گے یا تصدیقات اور دونوں منطق کا ہی حصہ ہیں لہذا جب منطق نظری ہوئی تو تمام ذرائع اکتساب خود بخود نظری ہو گئے ۔پس یہاں ایک قانون بھی نہیں بچتا جو بدیھی ہو اور جس پر سب آکر منتھی ہو جائیں۔

معارضہ کا تیسرا جواب۔شارح کی طرف سے

پھر شارح نے اپنی طرف سے جواب دیا کہ در حقیقت یہاں معارضہ ہے ہی نہیں کیونکہ ایک ہے منطق کی ضرورت اور ایک ہے منطق سیکھنے کی ضرورت دونوں میں فرق ہے ۔رسالہ شمسیہ کے مصنف نے نفس منطق کی ضرورت کو بیان کیاہے جبکہ معارض نے منطق سیکھنے کی ضرورت کا انکار کیاہے۔ان دنوں کی باتوں میں تناقض نہیں ہے کہ یہاں معارضہ ثابت ہوسکے۔تناقض اس لیے نہیں کہ ہوسکتاہے کہ نفس منطق کی ضرورت توہو لیکن کسی وجہ سے منطق سیکھنے کی ضرورت نہ ہو۔



چھٹا اقول۔ منطق کا موضوع

اس اقول میں دو باتوں کا بیان آرہا ہے :

- موضوع کی تعریف
- منطق کا موضوع

موضوع کی تعریف

موضوع کل علم ما یبحث فی ذلک العلم عن عوارضہ الذاتیۃ۔ ہر علم کا موضوع وہ ہوتا ہے کہ علم میں جس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ تعریف میں ایک ہی لفظ مشکل تھا عوارض ذاتیہ چنانچہ شارح اس کی پوری وضاحت کرنے لگے ہیں اور یہی قطبی کی خاصیت ہے۔

تفصیل مقام

تفصیل مقام یہ ہے کہ عوارض کی کل چھ قسمیں بنتی ہیں کیونکہ :

1. کوئی چیز کسی کی ذات کو عارض ہو گی۔

2. یا ذات کے جز کو عارض ہو گی۔

3. یا امر خارج مساوی کے واسطے سے عارض ہو گی۔

4. یا امر خارج اعم کے واسطے سے عارض ہو گی۔

5. یا امر خارج اخص کے واسطے سے عارض ہو گی۔ یعنی امر خارج معروض سے اخص ہو گا۔

6. یا امر خارج مبائن کے واسطے سے عارض ہو گی۔ یعنی امر خارج معروض کے مبائن ہو گا۔

پہلی تین قسموں کے عوارض کو عوارض ذاتیہ کہا جاتا ہے جبکہ آخری تین قسموں کے عوارض کو عوارض غریبہ کہا جاتا ہے۔

پس علوم میں کسی چیز کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے۔

منطق کا موضوع

منطق کا موضوع معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں۔ کیونکہ منطقی انہیں کے عوارض ذاتیہ سے بحث کرتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کیسے بحث کرتا ہے تو منطقی معلومات تصوری اور تصدیقی سے دو اعتبار سے بحث کرتا ہے:

- یا تو وہ ان معلومات تصوریہ و تصدیقیہ سے بحث کرتا ہے جو خود مجہول تصور اور تصدیق تک پہنچاتے ہیں۔ مثلاً جنس اور فصل سے بحث کرنا کہ کیسے ان کو مرکب کیا جائے تو ایک مجہول یعنی نئے تصور تک پہنچا جا سکے۔ یا جیسے مختلف قضایا کو کیسے مرکب کیا جائے کہ ان سے کوئی نتیجہ نکالا جا سکے۔

- یا ان احوال سے بحث کرتا ہے جن پر موصل الی التصور و التصدیق موقوف ہیں۔ مثلاً کلی، جزئی وغیرہ تصورات میں اور موضوع اور محمول تصدیقات میں۔ کیونکہ کلی جزئی یا موضوع اور محمول خود مجهول اور نامعلوم تک نہیں پہنچاتے۔ یہ جنس اور فصل کے احوال بنتے ہیں اسی طرح موضوع اور محمول قضایا کے احوال بنتے ہیں لیکن ان کو جانے بغیر موصل الی التصور والتصدیق کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جب منطق میں معلومات تصوریہ اور تصدیقہ کے احوال ذاتیہ سے بحث ہوتی ہے تو معلومات تصوریہ اور تصدیقہ منطق کا موضوع ہوئے۔



ساتواں اقول - قول شارح اور حجۃ کی تعریف

متن میں دو باتوں کا ذکر ہے :

1. موصل الی التصور کو قول شارح کہتے ہیں اور موصل الی التصدیق کو حجۃ کہتے ہیں۔

2. قول شارح کی مباحث کا حجۃ کی مباحث پر مقدم ہونا ضروری ہے کیونکہ تصور طبعا مقدم ہے تو وضعاً (ذکراً) بھی مقدم ہونا چاہیے۔ طبعاً اس طرح مقدم ہے کہ تصدیقات کو بھی تصورات کے بغیر سمجھا نہیں جاسکتا کیونکہ تصدیق کے لئے تصورات ثلاثہ کا ہونا ضروری ہے۔

شارح اس بنیادی بات کی وضاحت میں درج ذیل باتوں کو ذکر کر رہے ہیں:

- موصل الی التصور کو قول شارح کہنے کی وجہ۔
- موصل الی التصدیق کو حجۃ کہنے کی وجہ۔
- قول شارح حجت سے طبعاً کیوں مقدم ہے۔
- ماتن نے دلیل میں دو فائدوں کی طرف اشارہ کیا تھا اس کی وضاحت۔

موصل الی التصور کو قول شارح کہنے کی وجہ

قول مرکب ہوتا ہے اور موصل الی التصور بھی اکثر مرکب ہوتا ہے۔ اور شارح کا مطلب ہے وضاحت کرنے والا اور یہ بھی اشیاء کی ماہیت کی شرح اور وضاحت کرتا ہے۔

موصل الی التصدیق کو حجۃ کہنے کی وجہ

حجۃ حج یحج سے مشتق ہے اس کا معنی غالب آنا ہے اور جو بھی موصل الی التصدیق سے دلیل پکڑتا ہے وہ اپنے خصم پر غالب آتا ہے۔

قول شارح حجت سے طبعاً کیسے مقدم ہے

تقدم طبعی کی تعریف یہ ہے کہ مقدم مؤخر کے لیے ایسا ہو کہ مؤخر اس کا محتاج تو ہو لیکن مقدم اس کی علت تامہ نہ ہو جیسے ایک دو کے لیے۔یعنی ایک کے بغیر دو نہیں ہو سکتا لیکن ایک دو کی علت تامہ نہیں ہے۔اور یہاں بھی تصدیق تصور کا محتاج تو ہے کیونکہ تصدیق کی تعریف میں تصور شامل ہے لیکن تصورات اس کے لیے علت تامہ نہیں کیونکہ علت تامہ کا مطلب ہوتا ہے کہ جہاں علت پائی جائے تو معلول بھی ضرور پایا جائے حالانکہ اگر تصور پایا جائے تو تصدیق بھی پائی جائے یہ ضروری نہیں ہے۔

دو فوائد کا بیان

ماتن کی عبارت میں دو فوائد کی طرف اشارہ ہے

فائدہ01

ماتن نے کہا تھا کہ تصدیق کے لیے محکوم علیہ کا تصور ضروری ہے چاہے بذاتہ ہو یا بامر صادق علیہ ہو۔ اس عبارت میں پہلے فائدہ کی طرف اشارہ ہے فائدہ یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ تصدیق محکوم علیہ کے تصور کو چاہتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ محکوم علیہ کا بالکنہ تصور چاہتی ہے (بالکنہ کا مطلب ہے کہ ہمیں اس کی پوری حقیقت کی خبر ہو جائے ۔) کیونکہ اگر ایسا ہوتا توکئی صورتوں میں ہم حکم ہی نہ لگا سکتے کیونکہ کئی چیزوں کی ہم حقیقت کو نہیں جانتے جیسے واجب باری تعالی۔ اسی لیے مصنف نے کہا کہ بامر صادق علیہ یعنی چاہے حقیقت پتہ ہو یا تصور بوجہ ما حاصل ہو یعنی تھوڑا بہت تصور حاصل ہو تو بھی حکم لگانا درست ہو گا۔

فائدہ 02

اس فائدہ کو سمجھنے سے پہلے متن کی اس عبارت کو ذہن نشین کر لیں۔ لان کل تصدیق لابد فیہ من تصور المحکوم علیہ اما بذاتہ او بامر صادق علیہ والمحکوم بہ کذلک والحکم لامتناع الحکم ممن جھل احد ھذہ الامور۔

ماتن نے دلیل میں دو مرتبہ لفظ حکم استعمال کیا اور کہا او الحکم لامتناع الحکم ممن جھل احد ھذہ الامور۔ اس سے دوسرے فائدہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ لفظ حکم دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک نسبت ایجابیہ اور سلبیہ کو حکم کہتے ہیں دوسر ایقاع نسبت اور انتزاع نسبت کو بھی حکم کہتے ہیں تو ماتن نے پہلی مرتبہ لفظ حکم سے نسبت ایجابیہ اور سلبیہ مراد لی اور

دوسری مرتبہ ایقاع نسبت اور انتزاع نسبت مراد لی اور ترجمہ یہ بنا کہ تصدیق میں تصورات اور نسبت ایجابیہ اور سلبیہ کا پایا جانا ضروری ہے کیونکہ جو کوئی بھی ان امور سے جاہل ہو وہ حکم نہیں لگا سکتا۔

اگر یہ مفہوم مراد نہیں لیتے تو پھر دو ہی صورتیں بنتی ہیں۔

- دونوں جگہ لفظ حکم سے نسبت ایجابیہ ہی مراد ہو۔
- دونوں جگہ ایقاع نسبت مراد ہو۔

پہلی صورت میں لامتناع الحکم من جھل الخ عبارت کا کوئی مطلب نہیں بنے گا کیونکہ اس صورت میں ترجمہ ہو گا کہ ہر تصدیق میں نسبت حکمیہ کا تصور ضروری ہے کیونکہ نسبت حکمیہ اس شخص سے ہو ہی نہیں سکتی جو ان امور سے جاہل ہو یعنی جسے ان کا تصور نہ ہو۔ جس کا مطلب یہ بنے گا کہ نسبت حکمیہ نسبت حکمیہ کے تصور پر موقوف ہو جائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اور اگر دونوں جگہ ایقاع نسبت مراد لیں تو مفہوم یہ بنے گا کہ تصدیق ایقاع نسبت کے تصور پر موقوف ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ جب ایقاع نسبت ہو جائے تو تصدیق حاصل ہو جاتی ہے۔ ایقاع نسبت کا تصور کی ضرورت نہیں رہتی۔

فان قلت الخ۔

کسی نے سوال کیا آپ نے جو یہ کہا کہ "اس صورت میں تصدیق ایقاع کے تصور کو چاہے گی اور یہ بات باطل ہے" تو اس کا بطلان اس مذہب پر تو درست ہے جن کے نزدیک حکم ادراک ہے (یعنی تصور ہو) لیکن جن کے نزدیک حکم فعل ہے ان کے مذہب پر آپ کا اعتراض نہیں بنتا کیونکہ اگر حکم فعل ہو (یعنی ایقاع نسبت کا نام ہو) تو تصدیق کا فعل کے تصور کو چاہنا باطل نہیں ہو گا کیونکہ فعل کرنے والا پہلے سوچتا ہے تبھی کسی فعل کو کر سکتا ہے۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے شرح ملخص میں واضح لکھا ہے کہ تصدیق تصور حکم پر موقوف ہے باقی اس سوال سے بچنے کے لیے کہ پھر تو تصدیق کے اجزاء چار سے زائد ہو جائیں گے مصنف نے تصورِ حکم کو شرط قرار دیا ہے جزء نہیں بنایا تاکہ تصدیق کے اجزاء چار سے زائد نا ہوں۔

جواب

اس کتاب میں مصنف کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ ان کے نزدیک حکم شرط نہیں بلکہ جزء ہے نیز امام رازی نے بھی ملخص میں حکم کو جزء مانا ہے کیونکہ مصنف رسالہ شمسیہ اور امام رازی نے فی کا لفظ استعمال کیا ہے جو جزئیت پر دلالت کرتا ہے لہذا اب اگر حکم سے مراد دونوں جگہ پر فعل اور ایقاع نسبت ہو جیسے آپ نے احتمال پیش کیا تو تصدیق کی اجزاء یقیناً چار سے زیادہ ہو جائیں گے یعنی محکوم علیہ کا تصور، محکوم بہ کا تصور، نسبت تامہ کا تصور، حکم

کا تصور اور حکم بمعنی ایقاع (فعل) حالانکہ یہ مصنف کی تصریح کے خلاف ہے۔ لہذا آپ کا اس احتمال پر بات کرنا ہی غلط ہے۔

کسی نے کہا کہ امام رازی کی بات میں اور مصنف کی بات میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ امام رازی کی عبارت کا ایک ہی مطلب ہے کہ حکم تصور ہے جبکہ مصنف کی عبارت سے دو مطلب نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ مصنف کی عبارت میں حکم کا عطف تصور المحکوم علیہ پر بھی ہو سکتا ہے اور محکوم علیہ پر بھی۔ پہلی صورت میں حکم تصور نہیں ہو گا جبکہ دوسری صورت میں حکم تصور ہو گا۔

لیکن کہنے والی کی یہ بات محل نظر ہے کہ مصنف کی عبارت سے دو مطلب نکلتے ہیں۔ درحقیقت پہلا مطلب لینا ہی باطل ہے اور اس کے تین وجوہات ہیں:

پہلی وجہ

متن میں بات تصورات کی چل رہی تھی اور پہلا مطلب لینے کی صورت میں چونکہ حکم تصور نہیں بنتا تو مصنف کو کہنا چاہیے تھا من جھل احد ھذین الامرین ۔ حالانکہ مصنف نے احد ھذہ الامور کہا ہے۔

دوسری وجہ

پہلا مطلب لینے کی صورت میں دلیل دعوی کے مطابق نہیں رہے گی۔ کیونکہ مصنف کا دعوی تو یہ تھا کہ تصدیق محکوم علیہ، محکوم بہ کے تصور اور حکم کو چاہتی ہے۔ تو دعوی میں تین چیزوں کا ذکر ہوا جبکہ دلیل صرف دو چیزوں کی دی یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ کی۔

تیسری وجہ

حکم کا ذکر ہی سرے سے فضول ہو جائے گا کیونکہ بحث یہ چل رہی تھی کہ تصورات کو تصدیقات پر مقدم کیوں کیا گیا اور حکم جب تصور نہیں تو اس کے ذکر کا کیا فائدہ







مقالہ اولی





مقالہ اولی کا خلاصہ

اس مقالہ میں چار فصول ہیں :

فصل اول: الفاظ کی بحث میں ہے۔

فصل دوم: کلیات خمس کے بیان میں ہے۔

فصل سوم: کلی اور جزئی کے متعلق پانچ مباحث میں ہے۔

فصل چہارم: معرف اور قول شارح کے بیان میں ہے۔



قطبی نوٹس





فصل اول—الفاظ کی بحث

قطبی نوٹس





فصل اول-الفاظ کی بحث

فصل اول کا خلاصہ

اس فصل میں کل 8 اقوال ہیں :

اقول اول۔ اس میں دلالت، وضع اور ان کی اقسام نیز مطابقی تضمنی اور التزامی کا ذکر ہو گا۔

اقول دوم۔ اس میں بیان ہو گا کہ دلالت التزامی میں لزوم ذہنی کافی ہے۔

اقول سوم۔ اس میں مطابقی، تضمنی اور التزامی میں نسبت کا بیان ہو گا۔

اقول چہارم۔ اس میں دلالت مطابقی کی اقسام مفرد اور مرکب کا تفصیلی بیان آئے گا۔

اقول پنجم۔ اس میں مفرد کی اقسام اسم کلمہ اور اداۃ کا بیان ہو گا۔

اقول ششم۔ اس میں معنی کے توحد اور تکثر کے اعتبار سے اسم کی اقسام کا بیان ہو گا۔

اقول ہفتم۔ اس میں متبائن اور مترادف کی تعریف کا ذکر ہو گا۔

اقول ہشتم۔ اس میں مرکب کی اقسام مرکب مفید و غیر مفید کا بیان ہو گا



قطبی نوٹس





پہلا اقول۔ دلالت کی بحث

منطقی معانی سے بحث کرتے ہیں لیکن معانی پر الفاظ دلالت کرتے ہیں اس لیے مجبوراً الفاظ سے بھی بحث کرنی پڑتی ہے۔ نیز چونکہ الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں اس لیے منطق میں دلالت کی بحث کو شروع میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اس اقول میں دلالت کی تعریف اور اس کی اقسام کا ذکر ہے۔

دلالت کی تعریف

کسی چیز کا ایسا ہونا کہ ایک کے علم سے دوسری چیز کا علم خود بخود حاصل ہو جائے۔

پہلی چیز کو دال اور دوسری کو مدلول کہتے ہیں۔

وضع کی تعریف

کسی چیز کو خود ایسا بنانا کہ ایک چیز کے علم سے دوسری چیز خود بخود سمجھ آجائے۔

دلالت کی اقسام

دلالت دو قسمیں ہیں

- لفظیہ اور
- غیر لفظیہ

دلالت لفظیہ کی تین اقسام

- دلالت لفظیہ وضعیہ۔ دال لفظ ہو اور دلالت واضع کی وضع سے ہو۔
- دلالت لفظیہ طبعیہ۔ دال لفظ ہو اور دلالت طبیعت کے اقتضا سے ہو۔
- دلالت لفظیہ عقلیہ۔ دال لفظ ہو اور دلالت عقل سے ہو۔

دلالت لفظیہ وضعیہ کی پھر تین قسمیں ہیں :

- مطابقی۔ لفظ معنی موضوع لہ کے کل پر دلالت کرے۔
- تضمنی۔ لفظ معنی موضوع لہ کے جز پر دلالت کرے۔
- التزامی۔ لفظ معنی موضوع لہ کے خارج لازم پر دلالت کرے۔ یعنی ایسے امر پر دلالت کرے جو موضوع لہ کی حقیقت سے خارج ہو لیکن اسے لازم ہو۔

وجہ تسمیہ

- مطابقی کو مطابقی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ معنی موضوع لہ کے مطابق ہوتا ہے۔
- تضمنی کو تضمنی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ معنی موضوع لہ کے ضمن میں ہوتا کیونکہ وہ کل معنی کا جز ہوتا ہے۔
- التزامی کو التزامی اس لیے کہتے ہیں اس میں لفظ معنی موضوع لہ کو لازم ہوتا ہے۔

فائدہ

مطابقی تضمنی اور التزامی تینوں کی تعریفات میں وضع کی قید لگائی گئی ہے کیونکہ اگر وضع کی قید نہ لگائیں تو ان کی تعریفات ایک دوسرے سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ بعض مرتبہ کچھ الفاظ دو معانی میں مشترک ہوتے ہیں مثلاً ایک لفظ کل کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور جز کے لیے بھی ایسی صورت میں اگر وضع کی قید نہ لگائیں تو لفظ کی دلالت معنی پر مطابقتاً بھی صادق آئے گی اور تضمناً بھی۔ تو جب لفظ کا مطابقی معنی مراد لے رہے ہوں گے سوال ہو جائے گا کہ تعریف کے لحاظ سے یہ تضمنی پر بھی صادق آتا ہے اور جب تضمنی معنی مراد لے رہے ہوں گے تو سوال ہو جائے گا کہ یہ مطابقی پر بھی صادق آجاتا ہے۔ لیکن وضع کی قید لگانے سے اس خرابی سے بچا جاسکتا ہے کیونکہ لفظ اگرچہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہو رہا ہوتا ہے لیکن وضع کے اعتبار سے وہ ایک معنی کے لیے ہی وضع ہوتا ہے۔ بس اسی لیے ان کی تعریفات میں وضع کی قید لگائی۔



دوسرا قول۔ دلالت التزامی میں لزوم ذہنی کافی ہے

اس اقول میں تین باتوں کا ذکر ہے:

- دلالت التزامی میں لفظ معنی موضوع لہ کے خارج پر دلالت کرتا ہے۔
- لیکن ہر خارج پر نہیں بلکہ ایسے خارج پر دلالت کرتا ہے جو معنی موضوع لہ کو لازم ہو۔لہذا دلالت التزامی میں لزوم کا پایا جانا شرط ہے۔
- دلالت التزامی میں جو لزوم شرط ہے وہ لزوم ذہنی ہے لزوم خارجی شرط نہیں۔

وضاحت

دلالت التزامی میں لزوم کا پایا جانا تو شرط ہے لیکن لزوم ذہنی شرط ہے لزوم خارجی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ اگر لزوم خارجی شرط ہوتا تو دلالت التزامی لزوم خارجی کے بغیر نہ پائی جاتی حالانکہ یہ باطل ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیں

لفظ عمی کی بصر پر دلالت دلالت التزامی ہے۔ دلالت التزامی اس طرح ہے کہ کہ بصر عمی کی حقیقت سے خارج ہے اور اس کو لازم ہے۔لازم اس طرح ہے کہ جب آپ کسی اندھے کو دیکھتے ہیں تو فوراً آنکھوں کا تصور بھی آجاتا ہے تو لزوم پایا جارہا ہے۔

اب یہاں لزوم ذہنی شرط ہے کہ ذہن میں آنکھوں کا تصور آجائے لزوم خارجی شرط نہیں کیونکہ اگر لزوم خارجی شرط ہوتی تو اس وقت مطلب یہ بنتا کہ اندھے کو خارج میں بینائی لازم ہے حالانکہ خارج میں یا تو وہ اندھا ہے یا بینا۔ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

سوال

عمی کی دلالت بصر پر دلالت تضمنی ہونی چاہیے کیونکہ عمی عدم بصر کا نام ہے تو یہاں دو جز ہیں عدم اور بصر تو جب عمی بصر پر دلالت کرے تو یہ دلالت تضمنی ہونی چاہیے نہ کہ التزامی۔

جواب

عمی عدم اور بصر کا نام نہیں کہ عمی کے دو جزء بن جائیں اور ہر ایک پر دلالت تضمی ہو بلکہ عمی عدمِ بصر کو کہتے ہیں جو کہ مضاف مضاف الیہ ہیں۔ اس طرح بنیادی طور پر عمی کا ایک ہی جزء ہوا اور وہ بصر کا معدوم ہونا ہے۔ وھو المطلوب۔



تیسرا اقول - مطابقی تضمنی اور التزامی میں نسبت کا بیان

اس اقول میں تینوں دلالتوں کے درمیان نسبتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

یہاں دو طرح کی نسبتوں کا بیان آئے گا:

- تضمنی اور التزامی کی مطابقی کے ساتھ نسبت کا بیان۔
- تضمنی اور التزامی کی آپس میں نسبت کا بیان۔

تضمنی اور اور التزامی کی مطابقی کے ساتھ نسبت کا بیان

دلالت تضمنی اور التزامی کی نسبت دلالت مطابقی کے ساتھ عموم خوص مطلق کی ہے۔ دلالت مطابقی عام مطلق ہے اور تضمنی التزامی خاص مطلق لہذا جہاں بھی دلالت تضمنی یا التزامی پائی جائے گی وہاں مطابقی ضرور پائی جائے گی لیکن جہاں دلالت مطابقی پائی جائے وہ تضمنی اور التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں۔

مطابقی کے تضمنی کے بغیر پائے جانے پر دلیل

اگر کوئی لفظ معنی بسیط کے لیے وضع ہو گا تو اس کے اجزاء ہی نہیں ہوں گے ایسی صورت میں مطابقی پائی جائے گی لیکن تضمنی نہیں۔

مطابقی کے التزامی کے بغیر پائے جانے پر دلیل

ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا لفظ ہو جسے کچھ بھی لازم نہ ہو ایسی صورت میں مطابقی پائی جائے گی لیکن التزامی نہیں۔

امام رازی کا مسلک اور جواب

امام رازی کے نزدیک ہر مطابقی کو التزامی لازم ہوتی ہے کیونکہ ہر چیز کو کچھ نہ کچھ ضرور لازم ہوتا ہے اور اگر کسی چیز کو کچھ بھی لازم نہ ہو تو لیس غیر تو اسے لازم ہو گا (یعنی یہ بات لازم ہو گی کہ اس کو کچھ بھی لازم نہیں)

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی مرتبہ چیزوں کو سوچتے ہیں اور ہمارے ذہن میں ان کا غیر نہیں آتا چہ جائیکہ لیس غیر ذہن میں آئے۔ لہذا یہ بات ہی غلط ہے۔

تضمنی اور التزامی کے مابین نسبت کا بیان

تضمنی اور التزامی کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ عموم خصوص من وجہ میں تین مادے پائے جاتے ہیں ایک اجتماعی اور دو انفرادی اور یہاں بھی ایسا ہی ہے چنانچہ:

- ہو سکتا ہے کہ دلالت تضمنی پائی جائے لیکن التزامی نہ پائی جائے کیونکہ لفظ کو کچھ بھی لازم نہ ہو۔

- ہو سکتا ہے کہ دلالت التزامی پائی جائے لیکن تضمنی نہ پائی جائے کیونکہ لفظ معنی بسیط کے لیے وضع ہو۔
- ہو سکتا ہے کہ تضمنی اور التزامی ایک ساتھ پائی جائیں۔

صاحب رسالہ شمسیہ کی عبارت میں تسامح

صاحب رسالہ شمسیہ (ماتن) نے پہلے کہا تھا کہ دلالت مطابقی کے پائے جانے کے وقت التزامی کا پایا جانا یقینی نہیں ہے۔ یہ الفاظ یقین والے نہیں ہیں۔ ان الفاظ سے عدم علم کا اظہار ہو رہا ہے کہ ہمیں یقینی علم نہیں۔ تو جب مطابقی کے لیے التزامی کا پایا جانا یقینی نہیں تو تضمنی کے لیے بھی یقینی نا ہوا۔

لیکن مصنف نے پھر یہ عبارت لکھی ومن ھذا تبین عدم استلزام التضمن الالتزام ۔ کہ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ تضمن التزامی کو مستلزم نہیں۔ یہ الفاظ یقین والے ہیں کہ ہمیں علم ہے۔ حالانکہ پچھلی عبارت یقین پر دلالت نہیں کرتی تھی بلکہ عدم یقین پر دلالت کرتی تھی ۔ خلاصہ یہ کہ یہ عبارت علم عدم پر دلالت کر رہی ہے جبکہ پچھلی عبارت عدم علم پر دلالت کرتی تھی اور علم عدم اور عدم علم دونوں میں بہت فرق ہے۔ لہذا مصنف کی عبارت میں تسامح ہے۔



چوتھا اقول۔ مفرد اور مرکب

اس اقول میں تین باتوں کا بیان ہے :

- مفرد اور مرکب کی تعریف۔
- مرکب کو مفرد پر مقدم کرنے کی وجہ۔
- مفرد اور مرکب کا مقسم دلالت مطابقی کو بنانے کی وجہ۔

مرکب کی تعریف

مرکب وہ لفظ ہے جس میں جزء لفظ کی دلالت جزء معنی پر مقصود ہو۔ اس تعریف میں چار باتوں کا ذکر ہے یعنی وہ چار باتیں پائی جائیں گی تو مرکب بنے گا۔

- لفظ کا جزء ہو۔
- معنی پر دلالت کرے۔
- معنی مقصودی کا جزء ہو۔
- جزء لفظ کی دلالت معنی مقصودی کے جزء پر مقصود بھی ہو۔

جیسے رامی الحجارۃ مرکب ہے کیونکہ رامی رمی پر دلالت کر رہا ہے جو کسی ذات کی طرف منسوب ہے اور حجارۃ ایک معین جسم پر دلالت کر رہا ہے تو یہاں مرکب کے اجزاء دلالت بھی کر رہے ہیں اور وہ دلالت مقصود بھی ہے۔

مفرد کی تعریف

مفرد وہ لفظ ہے جس میں جزء لفظ کی دلالت جزء معنی پر مقصود نہ ہو۔

مرکب کی چار شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو وہ لفظ مفرد ہو گا۔اس طرح مفرد کی چار قسمیں بن جاتیں ہیں:

- لفظ کا جزء نہ ہو۔ جیسے ہمزہ استفہام۔
- لفظ کا جزء ہو لیکن معنی پر دلالت نا کرے۔ جیسے لفظ زید۔
- جزء لفظ جزء معنی پر دلالت کرے لیکن وہ معنی، معنی مقصود کا جزء نا ہو۔ جیسے عبد اللہ علم ہونے کی حالت میں۔ کیونکہ عبد اللہ میں عبد ایک جزء ہے جس کا معنی تو ہے لیکن وہ جس ذات کا نام ہے اس کا جزء نہیں ہے۔لہذا یہ بھی مفرد ہے
۔
- جزء لفظ جزء معنی مقصودی پر دلالت کرے لیکن وہ دلالت مطلوب نا ہو۔ جیسے اگر حیوان ناطق کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ بھی مفرد ہے کیونکہ یہاں جزء لفظ جزء معنی مقصودی پر دلالت تو کر رہا ہے لیکن علمیت کی حالت میں یہ دلالت مقصود نہیں ہے۔

مرکب کو مفرد پر مقدم کرنے کی وجہ

سوال:

مفرد طبعاً مرکب پر مقدم ہے تو وضعاً بھی مقدم ہونا چاہیے لیکن آپ نے اسے وضعاً مؤخر کر دیا یہ غلطی ہے۔

جواب: مفرد اور مرکب کی دو حیثیتیں ہیں

- بحسب الذات یعنی ذاتی حیثیت
- اور بحسب المفہوم یعنی معنوی حیثیت

اب جواب یہ ہے کہ مفرد مرکب پر بحسب الذات مقدم ہوتا ہے اور یہ مقام مقام تعریف ہے اور تعریف بحسب المفہوم ہوتی ہے نہ کہ بحسب الذات۔ باقی تعریف میں مرکب کو کیوں مقدم کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مفرد کی شرائط عدمی ہیں اور مرکب کی وجودی اور وجود عدم پر مقدم ہوتا ہے اس لیے مقدم کیا۔

مفرد اور مرکب دلالت مطابقی کی اقسام کیوں ہیں؟

اس کے دو جواب ذکر کیے پہلے کو رد کر دیا اور فرمایا کہ دوسرا جواب بہتر ہے۔

پہلا جواب

مفرد اور مرکب کو دلالت تضمنی اور التزامی کی اقسام اس لیے نہیں بنایا کہ ان کی بعض صورتوں میں مرکب کا مفرد ہونا لازم آتا ہے۔ تضمنی میں اس طرح کہ مثلاً اگر کوئی لفظ ایسے دو الفاظ سے مرکب ہوا جو معنی بسیط پر دلالت کرتے ہیں تو مرکب ہونے کے باوجود ان پر مرکب کی تعریف صادق نہیں آئے گی کیونکہ یہاں جزء لفظ ہی نہیں جو جزء معنی پر دلالت کرے اس طرح وہ مفرد کہلائیں گے۔ اور التزامی میں اس طرح کہ اگر کوئی لفظ ایسے دو الفاظ سے مرکب ہوا جن کے معنی موضوع لہ کو کوئی ایک بسیط چیز ہی لازم ہو تو یہاں بھی مرکب ہونے کے باوجود ان پر مرکب کی تعریف صادق نہیں آئے گی اور ان کا مفرد ہونا لازم آئے گا۔ تو ان خرابیوں سے بچنے کے لیے مفرد اور مرکب کو دلالت مطابقی کی قسم بنانا واجب ہے۔

جواب پر تنقید

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مطابقی کے اعتبار سے وہ لفظ مرکب ہو گا لیکن تضمنی یا التزامی کے لحاظ سے مفرد ہو گا۔ اس میں تو کوئی خرابی نہیں کیونکہ یہاں دو حیثیتیں ہیں اور ہر ایک کے لحاظ سے قسم بدل رہی ہے۔

دوسرا جواب

مفرد اور مرکب تضمنی اور التزامی کے اعتبار سے جب بھی پائے جائیں گے وہاں معنی مطابقی بھی پایا جائے گا کیونکہ تضمنی اور التزامی معنی مطابقی کے بغیر نہیں پائے جاتے۔

لیکن کبھی معنی مطابقی کے اعتبار سے مفرد اور مرکب بن جائیں گے اور تضمنی اور التزامی کے اعتبار سے نہیں بن پائیں گے جیسا کہ ماقبل جواب کی مثالوں سے ظاہر ہے اسی لیے مطابقی کی اقسام بنانا بہتر ہے۔

دونوں جواب میں فرق

پہلے جواب سے وجوب سمجھ میں آتا ہے کہ معنی مطابقی کی اقسام بنانا واجب ہے ورنہ خرابی لازم آتی ہے جبکہ دوسرے جواب سے صرف اولیت سمجھ آتی ہے کہ بہتر ہے کہ مطابقی کی اقسام بنائی جائیں۔



پانچواں اقول-اسم کلمہ اور اداۃ

اس اقول میں مفرد کی اسم کلمہ اور اداۃ کی طرف تقسیم کا بیان ہے۔اس ضمن میں تین بنیادی باتوں کا ذکر آئے گا۔

- اسم کلمہ اور اداۃ کی تعریف جو وجہ حصر کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔
- تعریفات پر ہونے والے کچھ سوالات کے جوابات۔
- اسم کلمہ اور اداۃ کی وجہ تسمیہ کا بیان۔

اسم کلمہ اور اداۃ کی وجہ حصر کا بیان

لفظ مخبر بہ بننے کی صلاحیت رکھے گا یا نہیں اگر نہ رکھے تو اداۃ،اگر رکھے تو دو حال سے خالی نہیں اپنی ہیئت اور صیغہ سے کسی زمانہ پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر کرے تو کلمہ اگر نہ کرے تو اسم۔

اداۃ کی تعریف

اداۃ وہ لفظ ہے جو مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھے چاہے بالکل صلاحیت نہ رکھے جیسے لفظ فی جو مخبر بہ بننے کی بالکل صلاحت نہیں رکھتا کیونکہ جملہ میں یہ جس کے متعلق ہو گا وہی مخبر بہ ہو گا۔یا صلاحیت تو رکھے لیکن اکیلے مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھے جیسے لفظ لا کہ جملے میں کسی دوسرے اسم یا کلمہ سے مل کر مخبر بہ بن سکتا ہے لیکن اکیلا نہیں بن سکتا۔

سوال

اس تعریف کی رو سے تو افعال ناقصہ بھی اداۃ میں شامل ہو جائیں گے کیونکہ وہ بھی اکیلے خبر دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

جواب

بالکل شامل ہو جائیں گے اسی وجہ سے مناطقہ اداۃ کی دو اقسام بیان کرتے ہیں اداۃ غیر زمانیہ جیسے فی لا وغیرہ اور اداۃ زمانیہ جیسے افعال ناقصہ وغیرہ۔ رہا یہ سوال کہ پھر فعل کا اداۃ ہونا لازم آئیگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ منطق کی اصطلاح میں یہ فعل ہی نہیں ہے۔ اور لامشاحۃ فی الاصطلاح۔

کلمہ کی تعریف

کلمہ وہ لفظ مفرد ہے جو اپنی ہیئت اور صیغہ سے تین زمانوں میں سے کسی زمانہ پر دلالت کرے۔ لہذا جو الفاظ اپنے معنی کے لحاظ سے زمانہ پر دلالت کریں وہ اس تعریف سے نکل جائیں گے جیسے صباح، مساء وغیرہ۔ ہیئت کا مطلب یہ ہے کہ ہئیت بدلے تو زمانہ بھی بدل جائے اگرچہ مادہ ایک ہی رہے جیسے ضرب اور یضرب دونوں کا مادہ ایک ہی ہے لیکن ضرب کا زمانہ ماضی ہے جبکہ یضرب کا مضارع کیونکہ ہئیت بدل گئی ہے۔

سوال

اس تعریف کی رو سے کلمہ کا مرکب ہونا لازم آتا ہے کیونکہ کلمہ میں دو چیزیں پائی جارہی ہیں ایک مصدری معنی اور ایک زمانہ۔

جواب

مرکب ہونے کا مطلب ہوتا ہے کہ دو الفاظ اس طرح ہوں کہ ایک کو پہلے سنا جائے اور ایک کو بعد میں جبکہ یہاں لفظ ایک ہی ہے تو مرکب نہ ہوئے۔

وجہ تسمیہ کا بیان

- اداۃ کا معنی آلہ ہے اور یہ بھی الفاظ کو جوڑنے میں آلہ کا کام دیتا ہے۔
- کلمہ کا معنی زخم کرنا آتا ہے اور زمانہ کے گزرنے سے انسان کو دکھ پہنچتا ہے گویا انسان کو یہ زخمی کر دیتا ہے۔
- اسم کا معنی سمو اور بلندی آتا ہے اور اسم بھی اپنی دونوں اقسام سے بلند ہے۔



چھٹا اقول-اسم کی تقسیم باعتبار توحد و تکثر

اس اقول میں دو باتوں کا بیان ہے:

- اسم کی معنی کے اعتبار سے سات اقسام کا بیان ہو گا۔
- ان اقسام کی وجہ تسمیہ کا بیان آئے گا۔

اسم کی معنی کے توحد اور تکثر کے اعتبار سے سات قسمیں ہیں۔ جن میں معنی کے توحد کے اعتبار سے تین اقسام ہیں:

1. علم
2. متواطی
3. مشکک

اور معنی کے تکثر کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

4. مشترک
5. منقول
6. حقیقت

7. مجاز

اقسام کی وجہ حصر

اسم کا معنی واحد ہو گا یا کثیر اگر واحد ہو گا تو دو حال سے خالی نہیں مشخص معین ہو گا یا امر کلی اگر مشخص ہو اتو نحویوں کی اصطلاح میں علم اور مناطقہ کی اصطلاح میں جزئی حقیقی۔ اور اگر امر کلی ہو اتو پھر دو حال سے خالی نہیں تمام افراد پر برابر سر ابر بولا جائے گا یا نہیں اگر تمام افراد پر برابر بولا جائے تو متواطی اور اگر تمام افراد پر برابر نہ بولا جائے بلکہ کچھ میں معنی کی کمی اور کچھ میں زیادتی کیساتھ بولا جائے تو کلی مشکک۔

اور اگر اسم کا معنی کثیر ہو اتو دو حال سے خالی نہیں اس کا اطلاق تمام افراد پر علی السویہ ہو گا یا نہیں ۔اگر ہو گا تو مشترک اور اگر نہیں ہو گا تو دو حال سے خالی نہیں ثانی میں استعمال ہو کر اول میں متروک ہو گا یا نہیں اگر ثانی میں استعمال ہو کر اول میں متروک ہو اتو منقول اور اگر ثانی میں استعمال ہو کر اول میں متروک نہ ہو اتو اول میں حقیقت اور ثانی میں مجاز۔

اقسام کی وجہ تسمیہ

متواطی۔

تواطو سے مشتق ہے اس کا معنی ہے موافق ہونا برابر ہونا اور متواطی بھی اپنے تمام افراد پر

برابر برابر صادق آتی ہے۔

مشکک۔

اس کا معنی ہے شک والی۔ کیونکہ مشکک کو دیکھ کر کبھی یہ شک ہوتا ہے کہ یہ متواطی ہے کیونکہ اصل معنی میں تمام افراد شریک ہیں اور کبھی یہ شک ہوتا ہے کہ مشکک ہے۔ کیونکہ ان کے افراد کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔

مشترک۔

کیونکہ یہ اپنے تمام افراد کے درمیان مشترک ہوتی ہے۔

منقول۔

کیونکہ اس کے معنی میں نقل پائی جاتی ہے۔

حقیقت۔

حق کا معنی ہے ثابت ہونا اور لفظ اپنی معنی میں ثابت اور قائم ہے۔

مجاز۔

کیونکہ لفظ نے اپنے حقیقی معنی سے تجاوز کیا ہے۔ جاز کا معنی ہے تجاوز کرنا۔

ضمنی تقسیم - کلی مشکک کی اقسام

کلی مشکک کی تین اقسام ہیں:

تشکیک بالاَولوِیت

کلی کا وجود بعض افراد میں دوسرے بعض افراد سے اولی اور اتم ہو۔ جیسے وجود ایک ایسی کلی ہے جو واجب اور ممکن دونوں میں پائے جاتی ہے لیکن واجب باری تعالی کا وجود ممکنات کی بنسبت اتم اور اقوی ہے۔

تشکیک بالاوَّلیت

کلی کا وجود بعض افراد میں دوسرے بعض افراد سے مقدم ہو جیسے وجود ایک ایسی کلی ہے جو واجب الوجود اور ممکنات دونوں میں پائی جاتی ہے لیکن واجب

الوجود یعنی خدا تعالی میں اس کا وجود ممکنات کی بنسبت مقدم ہے۔

تشکیک بالاشدِّیت

کلی کا وجود بعض افراد میں دوسرے بعض افراد کی بنسبت اشد ہو۔ جیسے بیاض ایک ایسی کلی ہے جو ثلج (اولہ) اور عاج (ہاتھی دانت) دونوں میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا وجد ثلج میں زیادہ ہے اور عاج میں کم ہے۔

منقول کی اقسام

ناقل کے اعتبار سے منقول کی تین اقسام ہیں:

منقول شرعی

اگر ناقل شریعت ہو تو منقول شرعی جیسے لفظ صلوۃ کا معنی دعا کرنا آتا ہے پھر شریعت نے اسے ارکان مخصوصہ کی طرف منتقل کر دیا۔

منقول عرفی

اگر ناقل عرف ہو تو منقول عرفی جیسے دابۃ کہ اس کا لفظی معنی زمین پر چلنے والے کے آتے ہیں پھر عرف عام میں اسے چوپایوں کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔

منقول اصطلاحی

جیسے فعل کہ اس کا لفظی معنی کام آتا ہے پھر نحویوں نے اسے اس کلمہ کے ساتھ خاص کر دیا جو مستقل بالذات ہو اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی پایا جائے۔

ساتواں اقول-مترادف اور متبائن

لفظ کی دوسرے لفظ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں :

- مترادف
- متبائن

مترادف کی تعریف

اگر دو الفاظ کا ایک ہی معنی ہو تو دونوں الفاظ کو مترادف کہتے ہیں۔ یہ لفظ ترادف سے مشتق ہے جس کے معنی سواری پر پیچھے بیٹھنے کے آتے ہیں۔ اور یہاں بھی دونوں لفظ ایک ہی معنی پر سوار ہیں۔

متبائن کی تعریف

اگر دو الفاظ کا معنی جدا جدا ہوں تو دونوں الفاظ کو متبائن کہتے ہیں۔ تبائن کا معنی جدائی ہوتا ہے اور دونوں الفاظ کا معنی بھی جدا ہے۔

فائدہ

ترادف اتحاد فی المفہوم کا نام ہے اتحاد فی الذات کا نہیں۔یعنی دونوں الفاظ کا معنی ایک ہونا چاہیے۔ ذات کا ایک ہونا شرط نہیں۔ اسی وجہ سے ناطق اور فصیح کو الفاظ مترادفہ

میں شمار نہیں کر سکتے کیونکہ اگرچہ ایک ہی شخص ناطق اور فصیح ہو لیکن اتحاد فی المفہوم نہیں پایا جاتا۔ناطق کا معنی اور فصیح کا معنی جدا جدا ہے۔



آٹھواں اقول-مرکب اور اس کی اقسام

اس اقول میں مرکب اور اس کی اقسام کا بیان آرہا ہے۔

مرکب کی دو اقسام ہیں:

- مرکب تام۔
- مرکب غیر تام۔

وجہ حصر

مرکب پر سکوت صحیح ہو گا یعنی مخاطب کو فائدہ تامہ دے گا یا نہیں۔ اگر اس پر سکوت صحیح ہو تو مرکب تام ورنہ مرکب غیر تام۔

مرکب تام پھر دو حال سے خالی نہیں صدق و کذب کا احتمال رکھے گا یا نہیں اگر صدق و کذب کا احتمال رکھے تو خبر و قضیہ اور اگر احتمال نہ رکھے تو انشاء ہے۔

سوال

خبر کی تعریف درست نہیں کیونکہ خبر یا تو سچی ہو گی یا جھوٹی۔ کوئی خبر ایسی نہیں ہوتی جو سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھے۔

جواب

تعریف میں واؤ او کے معنی میں ہے تو مطلب یہ ہوا کہ خبر یا سچی ہو گی یا جھوٹی۔
علامہ قطب الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ جواب درست نہیں کیونکہ پھر تعریف میں لفظ احتمال استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس صورت میں احتمال ہی نہیں رہتا۔

دوسرا جواب

تعریف کا مطلب یہ ہے کہ خارج سے قطع نظر ہر خبر صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے۔یعنی اگر صرف عقل سے سوچیں اور یہ نہ دیکھیں کہ حقیقت میں کیا ہے تو ہر خبر کے میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہوتا ہے۔

انشاء کی اقسام

انشاء کی پھر دو قسمیں ہیں اپنی وضع سے طلب فعل پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر طلب فعل پر دلالت کرے تو اگر علی سبیل الاستعلاء کرے تو امر ہے۔اگر تساوی پائی جائے یعنی کہنا والا برابر ہو تو التماس ہے اور اگر عاجزی پائی جائے تو سوال ہے۔

فائدہ

تعریف میں وضع کی قید لگائی تا کہ ایسے الفاظ نکل جائیں جو اپنی وضع کے اعتبار سے طلب فعل پر دلالت نہیں کرتے جیسے کتب علیکم الصیام۔ یہاں کتب امر پر دلالت کر رہا ہے لیکن یہ لفظ کتب امر کے لیے وضع نہیں بلکہ اصلاً یہ ماضی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

انشاء اگر طلب فعل پر دلالت نہ کرے تو وہ تنبیہ ہے۔ اس کے تحت پانچ چیزیں آجاتی ہیں تمنی، ترجی، ندا، تعجب، اور قسم۔

سوال

آپ کی تعریف سے استفہام اور نہی دونوں خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ استفہام کا مقصد مخاطب کے مافی الضمیر کو جاننا ہوتا ہے نہ کہ مخاطب کے مافی الضمیر پر تنبیہ کرنا۔ اسی طرح نہی طلب ترک پر دلالت کرتی ہے نہ کہ طلب فعل پر۔

جواب

مصنف نے تقسیم میں اصطلاحی معنی کا لحاظ رکھا ہے لغوی معنی کا لحاظ نہیں رکھا۔ یعنی تنبیہ کا لغوی معنی کیا ہے؟ اور استفہام کا لغوی معنی کیا ہے؟ اس طرف توجہ نہیں دی بلکہ یہ دیکھا ہے کہ استفہام طلب فعل پر دلالت نہیں کرتا تو اس کو تنبیہ میں شامل کر لیا۔ جہاں تک نہی کی بات ہے تو نہی کے معنی کف النفس ہیں اور نفس کو کسی کام سے روکنا بھی ایک فعل ہے۔

دوسرا جواب

صراحتاً ان دونوں کو وجہ حصر میں یوں شامل کیا جاسکتا ہے کہ کہ انشاء یا تو وضع واضع سے ہی طلب فعل پر دلالت نہیں کرے گا یا کرے گا اگر نہ کرے تو یا تو مقصد سمجھنا

ہو گا یا نہیں اگر مقصد سمجھنا ہو تو استفہام اور اگر سمجھنا مقصد نہ ہو تو مع الاستعلاء اگر طلب فعل مطلوب ہو تو امر اور اگر ترک مطلوب ہو تو نہی۔ پھر طلب فعل اگر مع التساوی ہو تو التماس ہے اور خضوع کے ساتھ سوال۔

مرکب غیر تام

مرکب غیر تام میں جزء ثانی جزء اول کے لیے قید ہو گا یا نہیں اگر قید ہو گا تو مرکب تقییدی اور اگر قید نہ ہو تو غیر تقییدی جس کے تحت اسم اور اداۃ یا کلمہ اور اداۃ سے مرکب الفاظ آجاتے ہیں۔







فصل دوم—معانی مفردہ کی بحث

کلیات خمس کا بیان





فصل دوم - معانی مفردہ کی بحث

فصل دوم کا خلاصہ

فصل دوم میں کل ۹ اقوال ہیں :

اقول اول۔ اس میں کلی اور جزئی کی تعریف اور وجہ تسمیہ کا بیان ہو گا۔

اقول دوم۔ اس میں کلی کی دو اقسام ذاتی اور عرضی اور نوع کی تعریف کا بیان ہو گا۔

اقول سوم۔ اس میں جنس کی مباحث کا ذکر ہو گا۔

اقول چہارم۔ اس میں جنس کی دو اقسام جنس قریب اور جنس بعید کا بیان ہو گا۔

اقول پنجم۔ اس میں فصل کو وضاحت سے سمجھایا جائے گا۔

اقول ششم۔ اس میں فصل کی تعریف اور وضاحت آئے گی۔

اقول ہفتم۔ اس میں فصل قریب اور فصل بعید کی بحث کا ذکر ہو گا۔

اقول ہشتم۔ اس میں عرض کی بحث کو ذکر کیا جائے گا۔

اقول نہم۔ اس میں خاصہ اور عرض عام کی بحث کو ذکر کیا جائے گا۔

اس فصل میں نیا کیا سیکھنے کو ملے گا؟

اس میں درج ذیل باتیں پہلے دفعہ سیکھنے کو ملیں گی جن کا ذکر ما قبل درجات کی کتب میں نہیں تھا۔

1. منطق کی بنیادی مباحث کی تفصیلی شرح۔
2. اصلاحات کی تعریفات کا شرح وبسط سے بیان۔
3. کلی اور جزئی کی وجہ تسمیہ کا بیان۔
4. کلی کی مشہور تعریف پر تنقید اور الفاظ میں تبدیلی۔
5. تمام جزء مشترک کی مکمل وضاحت۔ (قدرے مشکل بحث)
6. فصل ممیز فی الجنس ہوتی ہے، ممیز فی الوجود نہیں ہوتی۔ ممیز فی الوجود ہونا باطل ہے اس کے دلائل کا ذکر۔ (قدرے مشکل بحث)
7. کلی جزئیات پر حمل ہونے میں حمل مواطاۃ معتبر ہے۔ اس کی وضاحت۔
8. کتاب میں منطق کی اکثر تعریفات میں لفظ رسم کے استعمال کی وجہ۔



پہلا اقول-کلی اور جزئی

اس اقول میں دو باتوں کا بیان آرہا ہے :

1۔ کلی اور جزئی کی تعریف اور تعریف کی وضاحت۔

2۔ کلی اور جزئی کی وجہ تسمیہ۔

کلی اور جزئی کی تعریف کا بیان

کسی مفہوم کا نفس تصور شرکت علی کثیرین سے مانع ہو گا یا نہیں۔ اگر شرکت علی کثیرین سے مانع ہو تو جزئی۔ اگر مانع نہ ہو تو کلی۔

تعریف میں نفس تصور کہا تا کہ کلی کی تعریف جامع اور جزئی کی تعریف مانع ہو جائے کیونکہ اگر نفس کی قید نہ لگائی جائے تو دو طرح کی کلیات کلی سے نکل جاتی ہیں اور جزئی میں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ دو واجب الوجود اور کلیات فرضیہ ہیں۔ واجب الوجود ایک کلی ہے جس میں شرکت خارج کے اعتبار سے منع ہے۔ نفس تصور کے اعتبار سے کئی واجب الوجود ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو واجب الوجود کی توحید کے دلائل نہ دینے پڑتے۔ اسی طرح کلیات فرضیہ جیسے لاشئ اور لاوجود خارج میں کسی چیز پر صادق نہیں آتی مگر نفس تصور کے اعتبار سے کئی چیزوں پر صادق آتی ہیں۔

کلی اور جزئی کی وجہ تسمیہ

کلی کا مطلب ہے کل والی اور کلی کو کل والی اس لیے کہتے ہیں کہ کلی اپنی جزئیات کا جزء ہوتی ہے (یعنی ان کے ضمن میں پائی جاتی ہے)۔ تو تمام جزئیات اس کے لیے کل ہوئی اور یہ اس کل کی طرف منسوب ہوئی اسی لیے اسے کلی کہتے ہیں۔

جزئی کا مطلب ہے جزء والی اور اسے جزوالی اس لیے کہتے ہیں کہ کلی اس کل کا جزء ہوتی ہے (کیونکہ کلی اپنی تمام جزئیات کے ضمن میں پائی جاتی ہے تو ہر جزئی کا جزء ہوئی) تو یہ کل جزء والا ہوا تو جب یہ منسوب الی الجزء ہوئی تو جزئی ہوئی۔

فائدہ

اصل میں کلی اور جزئی معانی ہوتے ہیں الفاظ کو کلی اور جزئی بالتبع اور بالعرض کہا جاتا ہے۔ کیونکہ الفاظ دلالت کرتے ہیں تو الفاظ کا نام ہی کلی اور جزئی رکھ دیا جاتا ہے یعنی یہ تسمیۃ الدال باسم المدلول کی قبیل سے ہے۔



دوسرا اقول-نوع کی تعریف

اس اقول میں دو باتوں کا بیان ہے :

1. کلی کی دو اقسام ذاتی اور عرضی کا بیان۔
2. کلی ذاتی کی ایک قسم نوع کی تعریف اور اس کی وضاحت۔

پھر نوع کی تعریف کے ضمن میں مزید تین باتوں کا بیان آئے گا:

1. تعریف کے الفاظ کی وضاحت
2. تعریف کے فوائد
3. تعریف پر تنقید

مقدمہ

مقالہ اولی کا مقصد یہ ہے کہ مجہول تصورات کو معلوم تصورات سے حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ مجہول تصورات جزئیات سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ علوم میں تصورات جزئیہ سے بحث ہی نہیں کی جاتی اسی وجہ سے منطقی بھی کلیات سے بحث کرتے ہیں۔

نوع کا بیان

کلی اپنی جزئیات کی نفس حقیقت ہو گی یا ان میں داخل ہو گی یا ان سے خارج ہو گی۔ اگر کلی اپنی جزئیات کی نفس حقیقت ہو تو نوع ہے۔

نوع کی تعریف

ھو کلی مقول علی واحد او کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماھو۔ نوع وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایک فرد پر بولی جائے یا بہت سے ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہو۔

تعریف کی وضاحت / ماھو کا بیان

تعریف میں کہا کہ ماھو کے جواب میں بولی جائے تو پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ماھو سے سوال کس چیز کے بارے میں کیا جاتا ہے۔

ماھو سے کسی چیز کی حقیقت اور ماہیت کو دریافت کیا جاتا ہے۔ اب اگر کسی ایک چیز کے بارے میں سوال ہو تو ماھو سے اس کی حقیقت مختصہ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور اگر کسی کے ایک سے زیادہ افراد ہوں اور ان کے بارے میں سوال ہو تو ماھو سے اس کی ماہیت مشترکہ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔

پھر تعریف میں کہا کہ واحد اور کثیرین پر بولی جائے کیونکہ نوع کی دو اقسام ہیں:

1۔ متعدد الاشخاص۔ جس کے افراد زیادہ ہوں۔

2۔ غیر متعدد الاشخاص۔ جس کا ایک ہی فرد ہو۔

اب جس صورت میں نوع غیر متعدد الاشخاس ہو گی توماھو کے جواب میں اس کی ماہیت مختصہ آئے گی اور وہ ایک ہی فرد پر بولی جائے گا۔

اور جس صورت میں نوع متعدد الاشخاص ہو گی تو ماہو کے جواب میں ماہیت مشترکہ آئے گی۔ اسی وجہ سے کبھی نوع کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ نوع وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں شرکت اور خصوصیت دنوں کے اعتبار سے بولی جائے۔ تاکہ دونوں اقسام کو شامل ہو جائے۔

تعریف کے فوائد

کلی جنس ہے علی واحد کہا تاکہ غیر متعدد الاشخاص افراد کو شامل ہو جائے۔ علی کثیرین کہا تاکہ متعدد الاشخاص افراد کو شامل ہو جائے۔ متفقین بالحقائق فصل ہے اس سے جنس کو نکال دیا۔ فی جواب ماھو کہا تاکہ فصل، خاصہ اور عرض عام نکل جائے کیونکہ وہ ای شئ ھوفی ذاتہ کے جواب میں بولی جاتی ہیں۔

تعریف پر تنقید

تعریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تعریف زائد الفاظ پر مشتمل ہے جن کی ضرورت نہیں یا تعریف جامع نہیں اور وہ اس طرح کہ تعریف میں کثیرین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اب کثیرین سے کیا مراد ہے۔ اگر اس سے مراد کثیرین فی الخارج والذہن دونوں ہیں تو لفظ واحد کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ اگرچہ خارج میں اس کا ایک ہی فرد ہے لیکن ذہن میں وہ بھی کثیرین ہی ہے تبھی تو کلی ہے۔ اور اگر مراد صرف خارجی افراد ہوں تو تعریف جامع نہیں رہتی کیونکہ اس تعریف سے وہ تمام افراد نکل جاتے ہیں جن کا خارج میں وجود نہیں جیسے عنقاء وغیرہ۔

لہذا بہتر یہ ہے کہ تعریف سے علی واحد کو حذف کر دیا جائے بلکہ لفظ کلی کو بھی حذف کر دیا جائے کیونکہ کثیرین سے کلی ہونا خود بخود سمجھ آرہا ہے۔ اب تعریف یوں ہو گی۔ النوع ھو المقول علی کثیرین متفقین بالحقیقۃ فی جواب ماھو۔

نوع کی تقسیم میں مصنف پر تنقید

نوع کی دو اقسام متعدد الاشخاص اور غیر متعدد الاشخاص تبھی بنتی ہیں جب افراد خارجیہ کا اعتبار کیا جائے۔ افراد ذہنیہ کے اعتبار سے ہر نوع متعدد الاشخاص ہی ہے۔ اب مصنف نے جب نوع کی دو اقسام بیان کی تو معلوم ہوا کہ وہ افراد خارجیہ کے اعتبار سے یہ تقسیم بیان کر رہے ہیں اس میں دو خرابیاں ہیں:

1۔یہ خروج عن ھذ الفن ہے کیونکہ اس فن میں صرف افراد خارجیہ کے اعتبار سے بحث نہیں کی جاتی۔

2۔ صرف غیر متعدد الاشخاص (جسے بحسب الخصوصیۃ بھی کہتے ہیں)نوع نہیں ہوتی بلکہ حد ہوتی ہے جبکہ مصنف نے اسے نوع بنادیا۔نوع صرف وہی ہوتی ہے جو متعدد الاشخاص ہو اور بحسب الشرکۃ والخصوصیت معاً ہو۔یعنی ایک یا زیادہ افراد کے بارے میں ماھو سے سوال کیا جائے تو جواب میں وہی آئے۔



تیسرا اقول۔ جنس کی تعریف

اس اقول میں جنس کی تعریف اور اس کی وضاحت کا بیان ہے۔

وجہ حصر

کلی اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہوگی اس میں داخل ہوگی یا اس سے خارج ہوگی اگر عین ہو تو نوع اگر داخل ہو تو دو حال سے خالی نہیں تمام جزء مشترک ہوگی یا نہیں اگر تمام جزء مشترک ہوئی تو جنس ورنہ فصل۔

تمام جزء مشترک کسے کہتے ہیں؟

تمام جزء مشترک کی دو تعریفات ہیں :

تمام جزء مشترک کی پہلی تعریف

تمام جزء مشترک کا مطلب یہ ہے کہ کسی ماہیت اور دوسری نوع کے درمیان اس کے سوا کوئی اور جزء مکمل طور پر مشترک نہ ہو صرف یہی سب جزءیات کے درمیان مشترک ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں اور اجزاء بھی ہوں لیکن وہ تمام مشترک نہیں ہوں گے بلکہ یا تو اسی تمام جزء مشترک کے جزء ہوں گے یا بعض مشترک ہوں گے مثلاً حیوان اپنی تمام جزئیات انسان فرس وغیرہ کا تمام جزء مشترک ہے کیونکہ سب جزءیات میں پایا جاتا ہے۔ جسم نامی ،حساس وغیرہ بھی اجزاء ہیں لیکن وہ حیوان کا ہی جزء ہیں اس سے خارج نہیں۔

تمام جزء مشترک کی دوسری تعریف

امام رازی کے نزدیک کسی ماہیت اور دوسری نوع کے درمیان اجزاء مشترکہ کے مجموعہ کو تمام جزء مشترک کہتے ہیں۔ مثلاً انسان اور فرس کے درمیان حیوان، جسم نامی جوہر وغیرہ کے مجموعہ کو تمام جزء مشترک کہتے ہیں۔

یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اجناس بسیطہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ وہاں اجزاء ہی نہیں ہوتے۔

جنس کی وضاحت

کسی ماہیت اور دوسری نوع کے درمیان تمام جزء مشترک کو جنس کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہی ماھو کے جواب میں آتی ہے۔ یعنی جب ماھو سے ماہیت مشترکہ کے بارے میں سوال کرنا ہو تو جواب میں تمام جزء مشترک ہی آتا ہے اور جنس ہی تمام جزء مشترک ہے۔

جنس کی تعریف

ھو کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماھو۔

تعریف کے فوائد

لفظ کلی مستدرک ہے (زائد ہے جس کی تفصیل نوع کے بیان میں گزری) مقول جنس ہے جس میں سب شامل ہیں۔ کثیرین فصل اول ہے اس سے جزئی نکل گئی، متفقین

بالحقائق فصل ثانی ہے اس سے نوع نکل گئی کیونکہ وہ متفقین بالحقائق پر بولی جاتی ہے۔ فی جواب ماھو سے باقی اقسام نکل گئی جو ای شئ ھو فی ذاتہ کے جواب میں واقع ہوتی ہیں۔



چوتھا اقول- جنس کی اقسام

اس اقول میں جنس کی اقسام کا ذکر ہے:

جنس کی دو قسمیں ہیں :

1۔ جنس قریب

2۔ جنس بعید

طلبہ کی آسانی کے لئے مناطقہ نے اجناس کو ترتیب دیا ہے مثلاً پہلے حیوان کو رکھا ہے پھر جسم نامی کو رکھا ہے پھر جسم مطلق کو اور پھر جوہر کو۔

اب اگر بعض مشارکات فی الجنس سے سوال کے جواب میں بھی وہی جنس واقع ہو جو تمام مشارکات فی الجنس سے سوال کے جواب میں واقع ہو رہی ہے تو جنس قریب اور اگر بعض مشارکات کے بارے میں ماہو سے سوال کیا جائے تو ایک جنس واقع ہو اور بعض دیگر سے سوال کے جواب میں دوسری جنس واقع ہو تو جنس بعید۔

فائدہ۔

جتنی جنس بعید ہوتی جائے گی جواب کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔لہذا کبھی ایک جواب کبھی دو جواب کبھی تین جواب بنیں گے۔

مثلاً

1۔ جنس ایک مرتبہ دور گی تو دو جواب بنیں گے جیسے انسان کے جواب میں جسم نامی ایک مرتبے سے جنس بعید ہے۔ اور جواب دو بنیں گے کیونکہ پہلا جواب حیوان ہو گا اور دوسرا جسم نامی۔

2۔ جنس دو مرتبہ دور ہو گی تو تین جواب بنیں گے جیسے انسان سے سوال کے جواب میں جسم مطلق کہنا۔ تو حیوان ایک، جسم نامی دو اور جسم مطلق تین جواب ہو جائیں گے۔

اسی طرح جتنے مرتبہ بڑھتے جائیں گے جواب کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا۔



پانچواں اقول- فصل کا بیان

اس اقول میں فصل کی وضاحت آ رہی ہے۔

وجہ حصر

فصل دوم کے بیان سے مصنف نے وجہ حصر بیان کرنا شروع کی تھی کہ کلی اپنے جزئیات کی حقیقت کا عین ہو گی، اس میں داخل ہو گی یا اس سے خارج ہو گی اگر عین ہو تو نوع اگر داخل ہو تو تمام جزء مشترک ہو گی یا نہیں اگر تمام جزء مشترک ہو تو جنس۔ اب فرماتے ہیں کہ اگر تمام جزء مشترک نہ ہو تو فصل۔ اس اقول میں آخری بات کو تفصیل سے سمجھایا گیا ہے

۔

تفصیل

اگر کلی اپنی جزئیات کی حقیقت کا عین نہیں بلکہ اس میں داخل ہو اور تمام جزء مشترک نہ ہو تو دو ہی صورتیں بنتی ہیں:

1۔ سرے سے ہی مشترک نہ ہو۔

2۔ مشترک تو ہو لیکن تمام جزء مشترک نہ ہو بلکہ بعض تمام جزء مشترک ہو۔

دونوں صورتوں میں یہ فصل ہے کیونکہ اگر سرے سے ہی مشترک نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے ساتھ مختص ہے اور جمیع اغیار سے اس کو جدا کر رہی ہے تو فصل قریب ہوئی۔ اور اگر بعض تمام مشترک ہے تو ماہیت کے لیے کچھ نہ کچھ ممیز ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اس طرح فصل بعید بنے گی جیسے حیوان تو انسان اور فرس کا تمام جزء مشترک ہے لیکن حساس انسان اور فرس کا بعض تمام مشترک ہے۔ کیونکہ تمام مشترک حیوان ہے اور یہ حیوان کا جزء ہے تو تمام مشترک کا جزء ہوا۔

بعض تمام مشترک کے لیے مساوی ہونا ضروری ہے۔

اب بعض تمام مشترک کے فصل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام مشترک کے مساوی ہو۔

دلیل

کیونکہ اگر بعض تمام مشترک تمام مشترک کے مساوی نہیں تو یا

1۔ مباین ہو گا۔

2۔ یا اخص ہو گا۔

3۔ یا اعم ہو گا۔

- مبائن ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ تمام مشترک کا جزء ہے، اس کے متعلق ہے اور اس پر حمل ہوتا ہے۔
- اخص بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر اسے اخص مان لیں تو تمام مشترک کو اعم ماننا پڑے گا اور قانون یہ ہے کہ عام خاص کے بغیر پایا جاتا ہے تو لازم آئے گا کہ تمام مشترک اپنے جزء کے بغیر بھی پایا جاسکتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ تمام مشترک کل ہے اور بعض مشترک اس کا جزء اور کل جزء کے بغیر نہیں پایا جاتا۔
- اور اعم بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اعم ہونے کا مطلب ہے کہ یہ تمام مشترک کے بغیر بھی پایا جاسکتا ہے۔ اب یہ جہاں بھی پایا جائے گا بعض مشترک ہونے کی وجہ سے اسے ایک تمام مشترک کی ضرورت پیش آتی رہی گے اور کیونکہ اسے عام مانا ہے تو یہ نئے تمام مشترک کے بغیر بھی پایا جائے گا۔ اس طرح تسلسل چل پڑے گا کہ ایک طرف عام ہونے کی وجہ سے تمام مشترک کے بغیر کہیں پایا جائے گا اور دوسری طرف بعض مشترک ہونے کی وجہ سے اسے ایک نئے تمام مشترک کی ضرورت پیش آتی رہے گی تو اس طرح تسلسل لازم آئیگا جو باطل ہے۔

فائدہ

شارح نے اسی دلیل کو کچھ تفصیل سے بیان کیا ہے یعنی ہر دفعہ جب بعض تمام مشترک کے لیے ایک نئے تمام مشترک کی ضرورت پیش آئی گی تو یہ دوبارہ انہیں چار نسبتوں

کو دیکھا جائے گا۔ مبائن اور اخص ہو نہیں سکتا جس کی دلیل ابھی بیان ہو گئی۔ اعم مانو گے تو پھر یہ کسی نئی جگہ پایا جایا گا اور بعض ہونے کی وجہ سے اسے ایک تمام مشترک کی ضرورت ہو گی پھر اس نئے تمام مشترک سے دوبارہ نسبتوں کا بیان چل پڑے گا ھلم جزا تو تسلسل لازم آئیگا

توجب تینوں نسبتیں باطل ہو گئی تو معلوم ہوا کہ یہ جزء تمام جزء مشترک کے مساوی ہو گا وھو المطلوب۔

اعتراض

شارح کے نزدیک یہاں تسلسل کہنا درست نہیں بنتا کیونکہ تسلسل امور غیر متناہیہ کے مرتب انداز سے موجود ہونے کا نام ہے یعنی امور غیر متناہیہ کا خارج میں ترتیب سے پایا جانا جبکہ دلیل سے صرف امور غیر متناہیہ کا پایا جانا معلوم ہو رہا ہے چاہے ترتیب ہو یا نہ ہو۔

ممکنہ جواب اور رد

اس کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مصنف رسالہ شمسیہ تسلسل سے صرف امور غیر متناہیہ کا پایا جانا مراد لے رہے ہوں۔ اگر اس جواب کو درست بھی مان لیں تو یہ اس فن کی اصطلاحات کے خلاف ہے۔ لہذا مصنف کو بس ایسے کہنا چاہیے تھا کہ اگر بعض مشترک تمام مشترک سے اعم ہو تو امور غیر متناہیہ کا وجود لازم آتا ہے جو باطل ہے۔

دلیل کا اختصار

مذکورہ دلیل کو نسبتوں کے حذف کے ساتھ مختصر انداز سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ ہم پوچھتے ہیں کہ بعض تمام مشترک کسی ماہیت اور نوع آخر کے درمیان مشترک ہے یا مشترک نہیں اگر مشترک نہیں ہے تو تمام مشترک کے ساتھ مختص اور اس کے لیے ممیز ہوا تو فصل ہو گیا اور اگر ماہیت اور نوع آخر کے درمیان مشترک ہے تو یہ ماہیت اور نوع آخر کے لیے تمام مشترک تو نہیں ہے کیونکہ ابھی کہا کہ یہ بعض مشترک ہے لہذا ماہیت اور نوع آخر کے لیے ایک اور تمام مشترک ماننا پڑھے گا۔ اب پھر سوال ہو گا کہ بعض تمام مشترک اس نئے تمام مشترک اور نوع ثالث کے درمیان مشترک ہے یا نہیں اگر نہیں تو یہی فصل ہے اور اگر ہے تو بعض مشترک ہونے کی وجہ سے اس کے لیے بھی ایک نئے تمام مشترک کو ماننا پڑے گا تو اس طرح یہ سلسلہ کبھی رکے گا نہیں اور امور غیر متناہیہ کا وجود لازم آئیگا جو باطل ہے۔

بعض تمام مشترک فصل کیسے ہے؟

بعض تمام مشترک فصل اس طرح ہے کہ یہ تمام مشترک کے ساتھ خاص ہے اور تمام مشترک جنس ہے تو خاص ہونے کی وجہ سے یہ تمام مشترک کو جمیع ماعدا سے جدا کر رہا ہے ۔اور جب اسے جمیع ماعدا سے جدا کر رہا ہے تو تمام مشترک جس ماہیت کے لیے جنس ہے اسے بھی بعض ماعدا سے جدا کرے گا۔ اس طرح بعض تمام مشترک ماہیت کے لیے فی الجملہ یعنی

کچھ نہ کچھ ممیز بنا اور فصل ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ فی الجملۃ ممیز ہو۔(اس عبارت کو بھی دو تین بار پڑھ لینا چاہیے)

سوال

آپ نے ابھی تک کی بحث میں جزء ماہیت کو یا جنس مانا ہے یا فصل حالانکہ ایسے اجزاء بھی پائے جاتے ہیں جو نہ جنس ہیں اور نہ فصل جیسے جوہر ناطق اور جوہر حساس ماہیت انسان کا جزء تو ہیں لیکن نہ جنس ہیں نہ فصل۔

جواب

ہماری بحث کو دارومدار اجزاء مفردہ ہیں اور یہ اجزء مرکبہ ہیں اس وجہ سے یہ بحث سے خارج ہیں۔

رسالہ شمسیہ کی عبارت اور اس کا فائدہ

مصنف نے فصل کے ممیز ہونے میں "فی جنس او فی وجود" کے الفاظ استعمال کیے اس لیے کہ بعض ماہیات کی جنس ہوتی ہے لیکن بعض ماہیات کی جنس نہیں ہوتی تو جب کسی ماہیت کی جنس ہو تو فصل مشارکات فی الجنس سے جدا کرے گی اور اگر کسی ماہیت کی جنس نہ ہو تو مشارکات فی الوجود سے جدا کرے گی۔اس طرح تعمیم سے فصل کی تعریف کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

چھٹا اقول۔ فصل کی تعریف

اس اقول میں فصل کی تعریف، تعریف کی وضاحت اور تعریف کے فوائد کا بیان آرہاہے۔

فصل کی تعریف (رسم)

ھو کلی یحمل علی الشئ فی ای شئ ھو فی جوھرہ۔ یعنی فصل وہ کلی ہے جو ای شئ ھو فی جوھرہ کی جواب میں کسی شئ کا محمول بنے۔ مثلا ناطق ایک فصل ہے کیونکہ اگر انسان کے بارے میں اس شئ ھو فی جوھرہ کے ساتھ سوال کیا جائے تو جواب میں کہا جائے گا کہ ھو ناطق۔ یہاں ناطق محمول بن رہاہے۔

تعریف کی وضاحت

ای شئ ھو کا تعارف

ای شئ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو شئ کو فی الجملہ تمیز دے دے۔ لہذا ہر وہ چیز جو شئ کو فی الجملہ تمیز دے دے وہ ای شئ کے جواب میں آسکتی ہے۔ اب اگر سوال ممیز جوہری اور ذاتی کے بارے میں ہو گا تو جواب میں فصل آئے گی اور اگر سوال ممیز عرضی کے بارے میں ہو گا تو جواب میں خاصہ آئے گا۔

تعریف کے فوائد

کلی جنس ہے اور تمام کلیات کو شامل ہے۔ یحمل علی الشئ فی ای شئ سے نوع، جنس نکل جاتے ہیں کیونکہ وہ ماھو کے جواب میں آتے ہیں عرض عام بھی نکل جاتا ہے کیونکہ وہ کسی کے جواب میں نہیں آتا۔ فی جوہری سے خاصہ نکل جاتا ہے کیونکہ وہ ممیز فی العرض کرتا ہے نہ کہ ممیز فی الذات۔

سوال

ای شئ ھو فی جوہرہ جمیع اغیار سے تمیز دیتا ہے یا فی الجملہ یعنی بعض اغیار سے اگر جمیع اغیار سے تمیز دینا مراد ہے تو تعریف جامع نہیں رہتی کیونکہ حساس تعریف سے نکل جائے گا کیونکہ وہ ممیز فی الجملہ ہے۔ اور اگر بعض اغیار مراد ہیں تو تعریف مانع نہیں رہتی کیونکہ جنس بھی تعریف میں شامل ہو جاتی ہے۔

جواب

ہماری مراد بعض اغیار ہی ہیں اور جنس تعریف میں شامل نہیں ہوتی کیونکہ تعریف کا مطلب ہے کہ وہ فی الجملہ ممیز ہو اور بعض تمام مشترک ہو جبکہ جنس تمام مشترک ہوتی ہے۔

دو فوائد

پہلا فائدہ

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ فصل تین چیزوں کا نام ہے۔

1۔ کلی ذاتی ہے۔

2۔ ماھو کے جواب میں نہیں بولی جاتی۔

3۔ فی الجملہ ممیز ہے۔

معلوم ہوا کہ بالفرض اگر کوئی ایسی ماہیت ہو جو دو یا دو سے زیادہ مساوی امور سے مرکب ہو تو ہر ایک اس ماہیت کے لیے فصل بن جائے گی اور کیونکہ وہاں مشارکات فی الجنس نہیں ہوں گے تو وہ مساوی امور اسے مشارکات فی الوجود سے تمیز دیں گے۔

دوسرا فائدہ

قدماء مناطقہ کے نزدیک ہر ماہیت جس کی کوئی فصل ہو اس کی جنس ضرور ہوتی ہے ۔ شیخ ابن سینا نے بھی اسی خیال کی پیروی کی ہے اسی وجہ سے انہوں نے تعریف کی کہ فصل ھو کلی یحمل علی الشئ فی ای شئ ھو فی جنسہ۔ لیکن چونکہ یہ بات دلیل کے خلاف تھی اسی وجہ

سے مصنف نے اس پر دو دفعہ تنبیہ کی ایک بار یہ احتمال بیان کر کے جسے فائدہ نمبر ایک کے نام سے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور دوسری مرتبہ مشار کھافی الوجود کہہ کر۔



ساتواں اقول-فصل کی اقسام

اس اقول میں دو باتوں کا بیان ہے۔

- فصل قریب اور بعید کی تعریف۔
- ممیز فی الوجود کے بطلان کے دلائل ۔

فصل قریب اور بعید کی تعریف

فصل مشارکات فی الجنس کے لیے ممیز ہو گی یا مشارکات فی الوجود کے لیے۔ اگر مشارکات فی الجنس کے لیے ممیز ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ جنس قریب کے مشارکات سے تمیز دے گی یا جنس بعید کے مشارکات سے۔ اگر جنس قریب کے مشارکات سے تمیز دے تو فصل قریب اور اگر جنس بعید کے مشارکات سے تمیز دے تو فصل بعید۔

ممیز فی الوجود کے بطلان کے دلائل

یہاں پر فصل کی جو تقسیم کی گئی ہے وہ ممیز فی الجنس کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ ممیز فی الوجود کے اعتبار سے نہیں کی گئی۔ شارح فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممیز فی الوجود ایک خیالی بات ہے۔ نیز اسے باطل بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اب ممیز فی الوجود کو کیسے باطل قرار دیا جائے تو شارح اس پر دو دلائل دیتے ہیں ۔

دلیل اول

اگر کوئی ماہیت حقیقیہ دو متساوی امور سے مرکب ہوئی تو یہاں عقلی طور پر تین صورتیں بنتی ہیں

- دونوں امور ایک دوسرے کے محتاج نہیں۔ یہ صورت باطل ہے کیونکہ ماہیت حقیقیہ اسی کو کہتے ہیں جن میں احتیاج پائی جائے۔
- دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہوں۔ اس صورت میں دور لازم آئے گا اور دور بھی باطل ہے۔
- صرف کوئی ایک دوسرے کا محتاج ہو۔ اس صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور وہ بھی باطل ہے۔

لہذا ایسی ماہیت ماننا ہی غلط ہے جس میں دو متساوی امور پائے جائیں۔

دلیل دوم

اگر جنس عالی مثلاً دو متساوی امور سے مرکب مان لی جائے تو عقلی اعتبار سے دو صورتیں بنتی ہیں:

1. دو امور میں سے ایک عرض ہو۔ یہ باطل ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ جوہر عرض سے مرکب ہو اور عرض اس کی حقیقت میں شامل ہو۔

2. دو امور میں سے ایک عرض نہ ہو بلکہ جوہر ہو۔اس صورت میں ہمارے پاس ایک ماہیئت ہے جس کا دوسرا نام مرکب جوہر اور ایک اس ماہیئت کا جزء جوہر ہے۔

اب مرکب جوہر (ماہیت) یاتو اس جوہرِ جزء کا عین اور نفس ہو گا یا اس کی حقیقت میں داخل ہو گا یا حقیقت سے خارج ہو گا۔

3. جوہر مرکب (یعنی ماہیت) کا اس جوہر جزء کا نفس اور عین ہونا بھی باطل ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ کل نفس جزء ہو حالانکہ کل جزء نہیں ہو سکتا اور جزء کل نہیں ہو سکتا۔

4. جوہر مرکب (یعنی ماہیت) کا اس جوہر جزء کی حقیقت میں داخل ہونا بھی باطل ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ایک چیز اپنے سے اور اپنے غیر سے مرکب ہو۔

5. جوہر مرکب اس جوہر جزء کی حقیقت سے خارج ہو اور اس کو عارض ہو تو یہاں پھر دو صورتیں بن سکتی ہیں:

- جوہر مرکب جوہر جزء کو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ عارض ہو گا۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ عروض الشئی لنفسہ لازم آتا ہے۔
- جوہر مرکب جوہر جزء کے بعض اجزاء کو عارض ہو۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ اس صورت میں مکمل عارض نہ ہوا۔

تو جب ہر احتمال باطل ہے تو معلوم ہوا کہ کسی ماہیت کا دو امور متساویہ سے مرکب ہونا بھی باطل ہے۔







آٹھواں اقول-عرض کی بحث

اس اقول میں درج ذیل باتوں کا ذکر آئے گا:

- عرض لازم اور عرض مفارق کی تعریف۔
- عرض لازم کی دو اقسام۔لازم الماہیۃ اور لازم الوجود کا بیان۔
- لازم الماہیت کی دو اقسام لازم بین اور غیر بین کا بیان۔
- عرض مفارق کی دو اقسام، سریع الزوال اور بطیئ الزوال کا بیان۔

تفصیل

عرض لازم اور عرض مفارق کی تعریف

جو کلی ماہیت سے خارج ہو وہ دو حال سے خالی نہیں ماہیت سے اس کا انفکاک ممکن ہو گا یا ممتنع۔ اگر ممتنع ہو تو عرض لازم اور اگر ممکن ہو گا تو عرض مفارق۔عرض لازم کی مثال جیسے تین کا طاق ہونا عرض لازم ہے۔ ایسے نہیں ہو سکتا کہ تین ہو لیکن طاق نہ ہو۔ عرض مفارق کی مثال جیسے کتابت بالفعل انسان کیلئے عرض مفارق ہے۔ کیونکہ کبھی انسان بالفعل نہیں بھی لکھ رہا ہوتا۔

عرض لازم کی اقسام

عرض لازم کی پھر دو اقسام ہیں :

- لازم الوجود۔ جو وجود کو لازم ہو جیسے حبشی کا کالا ہونا حبشی کے وجود کو لازم ہے حبشی کی ماہیت انسان کو لازم نہیں۔
- لازم الماہیت۔ جو ماہیت کو لازم ہو جیسے تین کا طاق ہونا تین کی ماہیت کو لازم ہے۔

سوال

عرض لازم کی تقسیم سے انقسام الشئ الی نفسہ والی غیرہ لازم آتا ہے جو باطل۔ لازم اس طرح آتا ہے کہ پہلے عرض لازم کی تعریف میں کہا کہ جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع ہو پھر اس کی تقسیم لازم الماہیت کی طرف کی اور لازم الماہیت کی تعریف بھی یہی ہے کہ جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممکن نہیں۔ اور لازم الوجود کی تعریف بیان کی کہ جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممکن ہو۔

فائدۃ: انقسام الشئ الی نفسہ باطل ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مقسم اور قسم میں نسبت تساوی کی ہے حالانکہ ان میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوتی ہے۔ انقسام الشئ الی غیرہ بھی باطل ہے کیونکہ اس صورت میں مقسم اور قسم میں نسبت تباین کی بنتی ہے جبکہ ان میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوتی ہے۔

جواب

انقسام الشئ الی غیرہ لازم نہیں آتا کیونکہ لازم الوجود کا یہ مطلب نہیں کہ وہ

ماہیت سے جدا ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ فی الذات ماہیت سے جدا ہو سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ماہیئت سے فی الجملہ بھی جدا ہو سکتا ہے کیونکہ لازم الوجود کا ماہیت سے فی الجملہ جدا ہونا ممتنع ہے۔ اور اتنی قدر عرض لازم کی قسم ہونے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ جس چیز کا ماہیت سے من حیث الوجود جدا ہونا منع ہو اس کا ماہیت سے فی الجملہ جدا ہونا بھی منع ہوتا ہے۔

دلیل

رہی اس بات کی دلیل کہ جس چیز کا ماہیت سے من حیث الوجود جدا ہونا منع ہو اس کا ماہیت سے فی الجملہ جدا ہونا بھی منع ہوتا ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ ماہیت سے فی الجملہ انفکاک کا ممتنع ہونا مقسم ہے۔ اس کی آگے دو اقسام ہیں

- ماہیت کا انفکاک من حیث الوجود منع ہو گا۔
- ماہیت کا انفکاک من حیث الماہیت منع ہو گا۔

معلوم ہوا کہ جہاں بھی ماہیت کا انفکاک من حیث الوجود یا من حیث الماہیت پایا جائے گا وہاں ان کا مقسم یعنی ماہیت سے فی الجملہ انفکاک کا منع ہونا بھی پایا جائے گا۔ وھو المطلوب۔

مصنف کی عبارت پر تنقید

شارح کہتے ہیں کہ یہ سب سوال وجواب عبارت کے ناقص ہونے کی وجہ سے پیش آیا۔ اگر مصنف **ممتنع الانفکاک عن الماہیت** کی جگہ **ممتنع الانفکاک عن الشئ** کہہ دیتے تو اس سوال وجواب کی نوبت ہی نہ آتی۔

لازم بین اور لازم غیر بین کا بیان

لازم الماہیت کی دو اقسام ہیں:

- لازم بین
- لازم غیر بین

لازم بین کی پہلی تعریف

لازم اور ملزوم کے تصور سے ان دونوں کے درمیان جزم باللزوم کا تصور حاصل ہو۔ یعنی عقل کو یقین ہو جائے کہ ان دونوں کے درمیان لزوم پائے جاتا ہے۔ جیسے دو اور جفت کے تصور سے عقل کو یقین ہو جاتا ہے کہ دو کو جفت ہونا لازم ہے۔

لازم بین کی دوسری تعریف

ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور آئے۔

دو تعریفوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی پائی جاتی ہے۔ تعریف اول عام مطلق ہے اور تعریف دوم خاص مطلق۔ یعنی جب ملزوم کا تصور لزوم کے لیے کافی ہو تو لازم اور ملزوم کا تصور بھی کافی ہو گا لیکن جب لازم اور ملزوم کا تصور جزم باللزوم کے لیے ضروری ہو وہاں صرف ملزوم کے تصور کافی نہیں ہو گا۔

لازم غیر بین

صرف لازم اور ملزوم کے تصور سے جزم باللزوم حاصل نہ ہو بلکہ جزم باللزوم کے لیے کسی واسطہ کی ضرورت پیش آئے۔ جیسے مثلث کے دو قائموں کو تینوں زاویوں کے برابر ہونے کا لزوم۔ کیونکہ محض مثلث کا تصور اور دو زاویہ قائمہ کا تصور اس بات کے لیے کافی نہیں کہ عقل خود بخود یقین کر لے کہ ان کے زوایا متساوی ہی ہوں گے۔ یہاں واسطہ اور دلیل کی ضرورت ہے۔

مقام غور و فکر (ڈھنا نظر)

شارح فرماتے ہیں کہ لازم غیر بین کی تعریف میں واسطہ کا ذکر موجود ہے کہ جزم باللزوم کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے واسطہ اور دلیل کو مقدمہ میں لانے کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کہیں جزم باللزوم کے لیے حدس یا تجربہ کی ضرورت ہو۔ واسطہ

کی ضرورت نہ ہو اس صورت میں لازم کی ایک تیسری قسم بن جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ یہ تقسیم حاصر نہیں ہے کیونکہ یہاں ایک تیسری قسم بن سکتی ہے۔

عرض مفارق کی تقسیم

عرض مفارق کی دو اقسام ہیں

1۔ سریع الزوال۔ جیسے غصہ کا عارض ہونا۔

2۔ بطیئ الزوال جیسے جوانی کا عارض ہونا۔

تنقید

شارح کہتے ہیں کہ عرض مفارق کی تقسیم بھی حاصر نہیں ہے یعنی دو میں بند نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کہیں عرض مفارق پایا جائے لیکن اس کا انفکاک کبھی نہ ہو بلکہ وہ دائمی طور پر عارض ہو۔ جیسے (پہلے فلاسفہ کے نزدیک) افلاک کو حرکت کا عارض ہونا عرض مفارق ہے لیکن یہ دائمی عارض ہے۔

نواں اقول -خاصہ اور عرض عام

اس اقول میں درج ذیل باتوں کا بیان ہے :

1۔خاصہ اور عرض عام کی وجہ حصر۔

2۔خاصہ اور عرض عام کی تعریف اور فوائد۔

3۔ فصل دوم کا خلاصہ۔

خاصہ اور عرض عام۔وجہ حصر

جو کلی ماہیت سے خارج ہو چاہے لازم ہو یا مفارق اس کی دو قسمیں ہیں خاصہ اور عرض عام کیونکہ دیکھیں گے کہ وہ کلی ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہے یا نہیں۔ اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہے تو خاصہ جیسے ضاحک انسان کے لیے خاصہ ہے ۔اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص نہ ہو تو عرض عام جیسے ماشی ایک کلی ہے اور عرض عام ہے کیونکہ صرف انسان کے ساتھ خاص نہیں۔

خاصہ کی رسم (تعریف)

ھی کلیۃ مقولۃ علی افراد حقیقۃ واحدۃ فقط قولا عرضیاً۔خاصہ ایسی کلی ہے جو صرف ایک حقیقت کے افراد پر عرضی طور پر بولی جاتی۔

تعریف کے فوائد

تعریف میں لفظ کلی زائد ہے۔ فقط کہا تو جنس اور عرض عام نکل گئے کیونکہ وہ مختلف حقائق پر بولے جاتے ہیں۔ قولا عرضیا کہا تو فصل اور نوع نکل گئے کیونکہ یہ دونوں اپنے ماتحت افراد پر ذاتی طور پر بولے جاتے ہیں۔

عرض عام کی تعریف

ھو کلی مقول علی افراد حقیقۃ واحدۃ او غیرھا قولا عرضیا۔ عرض عام وہ کلی ہے جو ایک یا ایک سے زیادہ حقائق پر عرضی طور پر بولی جاتی ہے۔

تعریف کے فوائد

تعریف میں وغیرھا فصل ہے اس سے نوع، فصل اور خاصہ خارج ہو گئے کیونکہ وہ ایک حقیقت کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ قولا عرضیا دوسری فصل ہے اس سے جنس خارج ہو گئی کیونکہ وہ اگرچہ مختلف حقائق پر بولی جاتی ہے لیکن ذاتی طور نہ کہ عرضی طور پر۔

فوائد متعلقہ فصل دوم

اب شارح کچھ فوائد اور فصل کا خلاصہ بیان کرنے لگے۔ فوائد کا تعلق پوری فصل کے ساتھ ہے۔

فائدہ اول

تعریفات میں لفظ رسم استعمال کرنے کی وجہ

اس فصل میں مصنف نے تعریفات میں لفظ حد کے بجائے لفظ رسم استعمال کیا ہے یعنی وہ "حدواہ" نہیں کہتے بلکہ رسموہ یا یرسم ترسم کہتے ہیں۔ مصنف کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ حد تعریف بالذاتیات کا نام ہے اور ممکن ہے کہ ان کلیات کی کچھ اور ذاتیات ہوں جن کا ہمیں علم نہ ہو اور تعریف میں ذکر کردہ مفہومات ان کو لازم ہوں تو ایسی صورت میں یہ تعریف باللازم بن جائے گی اور تعریف باللازم حد نہیں ہوتی رسم ہوتی ہے۔ اس لیے لفظ حد کے بجائے لفظ رسم استعمال کیا جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ تعریف بالذاتیات نہیں ہے۔

شارح کی تنقید

شارح کہتے ہیں کہ یہ بات دو وجہوں سے درست نہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ کلیات امور اعتباریہ ہوتے ہیں اور اامور اعتباریہ کے مفہومات ہی ان کی ماہیات ہوا کرتے ہیں لہذا یہاں ان مفہومات کے علاوہ کسی اور ماہیت کا پایا جانا ممکن ہی نہیں پس یہ تعریف بالذاتیات اور حد ہی بنتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مصنف نے عدم علم کا اظہار کیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہاں اور ماہیات حقیقیہ ہوں اور عدم علم سے ان تعریفات کو رسم ہونا کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک

بات کے عدم علم سے دوسری بات کا یقینی علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

لہذا بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ تعریف استعمال کرتے جو حد اور رسم دونوں کو شامل ہوتا ہے۔

فائدہ دوم

اس فائدہ کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حمل مواطاۃ کا مطلب ہے کوئی شئ کسی پر بلاواسطہ محمول ہو اور حمل اشتقاق کا مطلب ہے کہ فی، ذو اور لام کے واسطہ سے محمول ہو۔

اب مصنف نے کلیات خمسہ کی تعریفات کی مثالیں ناطق ماشی جیسے الفاظ کے ساتھ دی نطق مشی وغیرہ کے ساتھ نہیں دی جس سے مصنف اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ کلیات کے اپنی جزئیات پر محمول ہونے میں حمل مواطاۃ معتبر ہے یعنی براہ راست محمول ہونا جبکہ نطق مشی وغیرہ براہ راست اپنی جزئیات پر محمول نہیں ہو سکتے مثلاً یوں نہیں کہا جاسکتا کہ انسان مشی یا انسان نطق۔ ان کا حمل اشتقاق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مصنف نے ناطق اور ماشی جیسے الفاظ سے مثالیں دی تاکہ حمل درست ہو سکتے۔

خلاصہ فصل دوم

کلیات کی تفصیلی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کلیات پانچ میں منحصر ہیں۔ جنس نوع فصل خاصہ عرض۔ وجہ حصر یہ ہے کہ کلیات اپنی ماتحت جزئیات کا عین ہو گی، ان میں داخل ہو گی یا ان سے خارج ہو گی۔ اگر عین ہو تو نوع اگر داخل ہو تو اس ماہیت اور نوع آخر میں تمام مشترک ہو گی یا نہیں اگر تمام مشترک ہو تو جنس اگر تمام مشترک نہ ہو تو فصل۔ اور اگر خارج ہو تو دیکھیں گے حقیقت وحدہ کے ساتھ مختص ہے یا نہیں اگر مختص ہے تو خاصہ ورنہ عرض عام۔

اعتراض

مصنف نے کلی خارج عن الماہیت کی دو اقسام بیان کی لازم اور غیر لازم پھر ہر ایک دو اقسام بیان کی خاصہ اور عرض عام اس طرح کلی خارج عن الماہیت کی چار اقسام ہوئی اور کلیات کی کل اقسام سات بنی۔ تو مصنف کا آخر میں یہ کہنا درست نہ ہوا کہ کلیات پانچ ہیں

۔



قطبی نوٹس





فصل سوم

کلی اور جزئی کی پانچ مباحث

قطبی نوٹس





فصل سوم۔ کلی اور جزئی کے متعلق پانچ ابحاث

فصل سوم کا خلاصہ

فصل سوم میں 11 اقوال اور کلی اور جزئی کے متعلق پانچ مباحث کا ذکر ہے۔

اقول اول / بحث اول۔ خارج کے اعتبار سے کلی کی اقسام کا بیان۔

اقول دوم / بحث دوم۔ کلی کی مزید اقسام، طبعی، عقلی، منطقی کا بیان۔

اقول سوم / بحث سوم۔ کلیات میں نسبت کا بیان۔

اقول چہارم / بحث سوم (حصہ دوم)۔ کلیات کی نقیضوں کے درمیان نسبت کا بیان۔

اقول پنجم / بحث چہارم۔ جزئی اضافی کا بیان۔

اقول ششم / بحث پنجم۔ نوع اضافی کا بیان۔

اقول ہفتم۔۔ نوع اضافی کے مراتب کا بیان

اقول ہشتم۔۔ نوع اضافی اور حقیقی میں نسبت کا بیان۔

اقول نہم۔۔ جنس کے مراتب کا بیان۔

اقول دہم۔ مقول فی جواب ماھو کی اقسام کا بیان

اقول یازدھم۔ مقوم اور مقسم کا بیان



اس فصل میں نیا کیا سیکھنے کو ملے گا؟

- ہر بحث کو نئے انداز سے تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔
- اصطلاحات کی تعریفات کا شرح وبسط سے بیان۔
- تساوی، تبائن وغیرہ کی حقیقت اور مراجع کا بیان۔
- کلیات کی نقیضوں کے درمیان نسبت کے بیان میں دلائل کا ذکر۔
- مقول فی جواب ماھو کی اقسام کا بیان۔
- اشخاص، اصناف، انواع اور اجناس میں فرق کا بیان۔



قطبی نوٹس





پہلا اقول۔ بحث اول۔ کلی خارجی کی اقسام

اس اقول میں خارج میں پائے جانے کے اعتبار سے کلی کی اقسام کا بیان ہے۔

تمہید

حقیقت میں کلی کی بحث سراسر عقلی بحث ہے کیونکہ کلی کی تعریف میں ہی یہ بات شامل ہے کہ کلی ذہنی ہوتی ہے خارجی نہیں۔ لیکن پھر بھی خارج کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی اس کی اقسام بیان کر دی جاتی ہیں۔ اس اقول میں انہیں اقسام کا بیان ہے۔ متن میں لا لنفس المفهوم کے لفظ سے اسی وضاحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

بہر حال کلی کی خارج کے اعتبار سے چھ اقسام ہیں:

- ممتنع الوجود۔ جیسے لا شئ، لا موجود۔
- ممکن الوجود، لا موجود فی الخارج۔ جیسے عنقاء۔
- ممکن الوجود، موجود بافراد کثیرہ متناہیہ جیسے سات سیارے۔
- ممکن الوجود، موجود بافراد کثیرہ غیر متناہیہ جیسے ستارے۔
- ممکن الوجود، موجود بفرد واحد بلا احتمال افراد اخری جیسے شریک باری تعالی۔
- ممکن الوجود، موجود بفرد واحد مع احتمال افراد اخری جیسے سورج۔

وجہ حصر

کلی کا وجود خارج میں ممتنع ہو گا یا ممکن، اگر ممتنع ہو تو پہلی قسم، اگر ممکن ہوا تو دو حال سے خالی نہیں خارج میں پائے جائے گی یا نہیں اگر نہ پائی جائے تو دوسری قسام جیسے عنقاء اگر پائی جائے تو دو حال سے خالی نے ایک فرد پایا جائے گا یا ایک سے زیادہ اگر ایک فرد پائے جائے تو دیکھیں گے دوسرے افرد کا خارج میں پایا جانا ممکن ہو گا یا نہیں اگر ممکن ہوا تو تیسری قسم اگر ممتنع ہوا تو چوتھی قسم۔ اور اگر ایک سے زیادہ افراد پائے گئے تو پھر دیکھیں گے کہ وہ افراد متناہی ہیں یا غیر متناہی اگر متناہی ہیں تو پانچویں قسم اور اگر غیر متناہی ہیں تو چھٹی قسم۔



دوسرا اقول / دوسری بحث۔

کلی کی اقسام

اس اقول میں کلی کی تین اقسام کا بیان ہے۔

کلی کی تین اقسام ہیں

- کلی طبعی۔ کلی کے مفہوم کا مصداق کلی طبعی ہے۔
- کلی منطقی۔ کلی کا مفہوم کلی منطقی ہے۔
- کلی عقلی۔ مفہوم اور مصداق کے مجموعہ کو کلی عقلی کہتے ہیں۔

مثلا جب ہم الحیون کلی کہتے ہیں تو یہاں پر تین چیزیں ہیں۔ ایک حیوان کی ذات یہ کلی طبعی ہے۔ دوسرا کلی کا مفہوم جو لفظ کلی سے سمجھ آرہا ہے یہ کلی منطقی ہے اور تیسرا الحیون کلی کا مجموعہ۔ یہ کلی عقلی ہے۔

وجہ تسمیہ کا بیان

کلی طبعی کو طبعی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ طبیعت میں یعنی خارج میں موجود ہوتی ہے

۔

کلی منطقی کو منطقی اس لیے کہتے ہیں علم منطق میں اسی کلی کی بحث کی جاتی ہے۔

کلی عقلی کو عقلی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ صرف عقل میں ہی پائی جاتی ہے۔

فوائد

پہلا فائدہ

ان تینوں کلیات کے درمیان فرق ہے یہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم نہیں۔ یعنی ایسا نہیں کہ جہاں ایک کلی پائی جائے وہاں دوسری بھی پائی جائے۔

دوسرا فائدہ

متن میں حیوان کی مثال دیتے ہوئے مثلا کا لفظ استعمال کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ بات حیوان اور کلی میں ہی بند نہیں یہ تو بس ایک مثال ہے۔ ورنہ الانسان نوع کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک نوع طبعی ہے ایک نوع منطقی اور ایک نوع عقلی۔ جنس وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

تیسرا فائدہ

کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں رہتے ہوئے خارج میں موجود ہوتی ہے۔ کیونکہ الحیوان جو کلی طبعی ہے وہ اپنی جزئی مثلا ھذا الحیون کا جزء ہے۔ اور یہ خاص حیوان خارج میں موجود ہے تو حیوان کلی بھی خارج میں موجود ہوا۔ بالفاظ دیگر کلی طبعی کی جزءیات خارج میں

پائی جاتی ہیں اور یہ اپنی جزءیات کے ضمن میں پائی جاتی ہے لہذا یہ بھی خارج میں پائی جاتی ہے
۔

کلی عقلی اور کلی منطقی کے خارج میں پائے جانے میں اختلاف ہے اور اس کی بحث اس فن سے خارج ہے کیونکہ اس بحث کا تعلق فلسفہ سے ہے منطق سے نہیں۔

شارح کی تنقید

شارح کہتے ہیں کہ کلی طبعی کے خارج میں پائے جانے کی بحث بھی فلسفی ہے منطقی نہیں لہذا اس کی بحث کو ذکر کر دینا اور ان دونوں کو چھوڑ دینا غلط ہے۔



تیسرا اقول / تیسری بحث

کلیات میں نسبت کا بیان

اس اقول میں کلیات کے درمیان نسبت کا بیان آرہاہے۔

عقلی طور پر دو کلیات کے درمیان چار نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور پائی جاتی ہے

1. تساوی۔ دو کلیات میں سے ہر ایک دوسری پر صادق آئے۔
2. تبائن۔ دو کلیات میں سے ہر ایک دوسری پر صادق نہ آئے۔
3. عموم خصوص مطلق۔ ایک کلی دوسری پر صادق آئے لیکن دوسری ہمیشہ پہلی پر صادق نہ آئے۔
4. عموم خصوص من وجہ۔ ہر کلی دوسری پر من وجہ صادق آئے۔یعنی کچھ صورتوں میں صادق آئے اور کچھ میں نہیں۔

وجہ حصر

ایک کلی کی نسبت جب دوسری کلی کی طرف کی جائے تو یا ہر ایک دوسری پر صادق

ہو گی یا نہیں اگر صادق نہ ہو تو تبائن جیسے انسان اور فرس اگر صادق ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہر ایک دوسری پر صادق ہو گی یا نہیں اگر ہر ایک دوسری پر صادق ہو تو تساوی جیسے ناطق اور انسان۔ اور اگر ہر ایک دوسری پر صادق نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں کسی ایک طرف سے مکمل طور پر صادق ہو گی یا نہیں اگر ایک طرف سے مکمل طور پر صادق ہو تو عموم خصوص مطلق۔ جو مکمل صادق ہو وہ خاص مطلق اور جو مکمل یعنی ہمیشہ صادق نہ ہو وہ عام مطلق جیسے انسان اور حیوان ۔ انسان خاص مطلق ہے اور حیوان عام مطلق ہے کیونکہ جہاں حیوان پایا جائے وہاں انسان کا پایا جانا ضروری نہیں۔ یہاں ایک مادہ اجتماعی اور ایک مادہ افتراقی ہو گا۔ اور اگر کسی طرف سے بھی مکمل صادق نہ ہو تو عموم خصوص من وجہ ۔ اب جہاں عموم خصوص من وجہ ہو وہاں تین مادے پائے جاتے ہیں۔ ایک اجتماعی جہاں دونوں کلیات صادق آتی ہیں اور دو افتراقی جہاں ایک تو صادق آتی ہے لیکن دوسری نہیں۔ جیسے ابیض اور حیوان۔ ان کا مادہ اجتماعی سفید حیوان ہے، پہلا مادہ افتراقی کالا حیوان ہے اور دوسرا مادہ افتراقی سفید پتھر ہے۔

مراجع کا بیان

- تباین کا مرجع دو سالبہ کلیہ ہیں۔
- تساوی کا مرجع دو موجبہ کلیہ ہیں۔

- عموم خصوص مطلق کا مرجع ایک طرف سے موجبہ کلیہ اور دوسری طرف سے سالبہ جزئیہ ہے۔
- عموم خصوص من وجہ کا مرجع دو سالبہ جزئیہ اور ایک موجبہ جزئیہ ہے۔ جیسے کچھ حیوان سفید ہیں کچھ سفید نہیں ہیں اور کچھ سفید حیوان نہیں ہیں۔

فائدہ

نسبت کلیات کے درمیان بیان کی جاتی ہے مفاہیم کے درمیان نہیں کیونکہ مفاہیم کی تین صورتیں بن سکتی ہیں۔ دونوں کلی ہوں، دونوں جزئی ہوں۔ یا ایک کلی اور دوسرا جزئی۔ جب دونوں جزئی ہوں تو ان کے درمیان نسبت ہمیشہ تبائن کی ہی ہوگی۔ اور اگر ایک جزئی اور ایک کلی ہو تو جزئی یا تو اس کلی کی جزئی ہوگی یا نہیں اگر اس کلی کی جزئی ہو تو نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی ورنہ تبائن کی۔

چوتھا قول

کلیات کی نقیضوں کے درمیان نسبت کا بیان

اس قول میں کلیات کی نقیضوں کے درمیان نسبتوں کا بیان آرہا ہے۔ یہاں دو باتیں بیان کی جائیں گی

- دو کلیات کی نقیضوں کے درمیان نسبت کیا ہے؟
- ہر نسبت کی دلیل کیا ہے؟

دو کلیات کی نقیضوں کے درمیان نسبت کا بیان

- متساوی کی نقیضوں کے درمیان تساوی کی نسبت پائی جاتی ہے۔
- متبائن کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت پائی جاتی ہے۔
- عام خاص مطلق کی نقیض بھی عام خاص مطلق ہی ہوگی لیکن عینین کے عکس کے ساتھ۔ یعنی جہاں پر بھی اعم کی نقیض صادق آئے گی وہاں پر اخص کی نقیض ضرور صادق آئے گی لیکن جہاں پر اخص کی نقیض صادق آئے گی وہاپر اعم کی نقیض کا صادق آنا ضروری نہیں۔
- عموم خصوص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی پایا جاتا ہے۔

دلائل کا بیان

دعوی

متساوی کی نقیض بھی متساوی ہو گی۔

دلیل

کیونکہ اگر ایک نقیض دوسری نقیض پر صادق نہیں آئے گی تو اس کا عین صادق آئے گا (کیونکہ اگر نہ نقیض صادق آئے اور نہ عین تو ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے۔) اور جب نقیض میں عین صادق آئے گا تو اصل کلیات جن کے درمیان تساوی پائی جاتی ہے ان میں عین صادق نہ آسکے گا کہ وہ تو نقیض میں صادق آرہا ہے لہذا وہاں نقیض صادق آئے گی اس طرح ان کے درمیان نسبت تساوی کی نہ رہے گی کیونکہ ہر عین دوسرے پر صادق نہیں آرہا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

دعوی

عموم خصوص مطلق کی نقیض عموم خصوص مطلق ہی آئی گی لیکن عینین کے عکس کے ساتھ۔

دلیل

یہاں دو باتیں ہیں لہذا دو دلیلیں دینی پڑیں گی۔

پہلی بات یہ ہے کہ جہاں پر اعم کی نقیض صاق آئے وہاں اخص کی نقیض بھی صادق آئے گی کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو خود اخص صادق آئے گا کیونکہ اگر اخص بھی صادق نہ آیا تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے۔اور جب اعم کی نقیض کے ساتھ خود اخص صادق آرہا ہے تو اصل میں اخص اعم کے بغیر پایا جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں اخص کی نقیض صادق آئے وہاں پر اعم کی نقیض کا صادق آنا ضروری نہیں ہے۔اس پر تین دلیلیں دی۔

پہلی دلیل

ہمارا قول "ہر جگہ جہاں اخص کی نقیض صادق آئے وہاں اعم کی نقیض کا صادق آنا ضروری نہیں" اگر درست نہیں تو اس کی نقیض درست ہوگی اور اس کی نقیض ہے "ہر جگہ جہاں اخص کی نقیض صادق آئے وہاں اعم کی نقیض کا صادق آنا ضروری ہے" اور اس کا عکسِ نقیض بنے گا کہ "جہاں بھی اعم صادق آئے گا وہاں اخص بھی صادق آئے گا" حالانکہ یہ محال ہے۔ اور یہ محال ہماری بات نہ ماننے کی وجہ سے لازم آیا لہذا ہماری بات درست ہے کہ "ہر جگہ جہاں اخص کی نقیض صادق آئے وہاں اعم کی نقیض کا صادق آنا ضروری نہیں"۔

دوسری دلیل

ہر عام کی نقیض اخص کی نقیض ہوتی ہے۔ اب اگر ہر اخص کی نقیض بھی اعم کی نقیض ہو تو ان میں نسبت تساوی کی ہو جائے گی اور جب ان میں نسبت تساوی کی ہو گی تو ان کی اصل میں بھی نسبت تساوی کی ہو گی حالانکہ ان میں عموم خصوص مطلق کی نسبت تھی۔

تیسری دلیل

عین اعم اپنے عموم کے مقتضا کی وجہ سے نقیضِ اخص کے بعض افراد پر صادق آتا ہے۔ تو اب نقیض اعم انہیں بعض افراد پر صادق نہیں آئے گی ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا یعنی عین اعم اور نقیض اعم کا مخصوص افراد پر صادق آنا۔ معلوم ہوا جہاں اخص کی نقیض صادق ہو وہاں اعم کی نقیض کا صادق ہونا ضروری نہیں اور دعوی بھی یہی ہے کہ نقیض اخص نقیض اعم کو مستلزم نہیں۔

دعوی

عموم من وجہ کی نقیضوں کے درمیان عموم نہیں ہوتا نہ عموم خصوص مطلق اور نہ عموم خصوص من وجہ۔

دلیل

کیونکہ ان کے درمیان تبائن کلی ہے۔

فائدہ

یہاں تبائن کلی کہا تا کہ عموم کی بالکلیہ نفی ہو جائے۔ تبائن جزئی کہنے سے یہ نفی نہیں ہوتی۔ چونکہ تبائن جزئی دو چیزوں پر صادق آتی ہے تبائن کلی پر اور عموم من وجہ پر تو تبائن جزئی کہنے سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کے درمیان سرے سے عموم نہیں پایا جاتا اس لیے تبائن کلی کہا۔

اعتراض

آپ کا یہ کہنا کہ عموم من وجہ کی نقیضوں میں سرے سے ہی عموم نہیں پایا جاتا باطل ہے کیونکہ بعض صورتوں میں عموم پایا جاتا ہے مثلا حیوان اور ابیض کے درمیان عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں کے درمیان بھی عموم من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔

جواب اول

ہماری مراد یہ تھی کہ عموم من وجہ کی نقیضوں کے درمیان عموم کا پایا جانا لازم نہیں ہے۔

جواب دوم

اگر مصنف کہتے کہ عموم من وجہ کی نقیضوں کے درمیان بھی عموم من وجہ کی نسبت ہے تو قاری کو لگتا کہ یہ کلی حکم ہے۔ کیونکہ منطق میں کلیات ہی بیان کیے جاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ تو جب کہا کہ سرے سے عموم نہیں ہوتا تو یہ رفع ایجاب کلی ہو گیا اور رفع ایجاب کلی سالبہ جزئیہ ہوتا ہے لہذا بعض صورتوں میں عموم کا پایا جانا اس کے منافی نہیں ہے۔

ہاں زیادہ سے زیادہ یہ سوال ہو سکتا ہے مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عموم من وجہ کی نقیضوں کے درمیان عموم من وجہ کی نسبت نہیں ہے لیکن پھر کون سی نسبت ہے یہ معلوم نہیں ہوتا حالانکہ نسبت کا بیان چل رہا تھا۔ لہذا آگے اس کو سن لیں۔

دعوی

عموم من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت پائی جاتی ہے

دلیل

کیونکہ ہر ایک دوسرے کے بغیر کسی جگہ میں صادق آتا ہے اور تبائن جزئی کا بھی یہی مطلب ہے۔

دعوی

تبائن کلی کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت پائی جاتی ہے۔

دلیل

کیونکہ متبائنان کی نقیضیں یا تو دونوں ایک ساتھ کسی پر صادق آئیں گی یا نہیں آئیں گی۔ اگر دونوں ایک ساتھ کسی پر صادق نہیں آئی تو ان کے درمیان تبائن کلی پائی جائے گی اور تبائن جزئی ضمناً صادق ہو جائے گی اور اگر دونوں ایک چیز پر صادق آئیں تو بھی ان کے درمیان تبائن جزئی پائی جائے گی۔ کیونکہ متبائنین میں سے ہر ایک دوسرے کی نقیض کے ساتھ صادق آتی ہیں تو دونوں نقیضوں میں سے ہر ایک بھی دوسرے کے نقیض کے بغیر صادق آئیں گی اس طرح تبائن جزئی صادق آجائی گی۔

صاحب قطبی کی تنقید

صاحب قطبی نے مصنف کے عبارت ضرورۃ صدق احد المتبائنین مع نقیض الاخر فقط پر دو اعتراض کیے ہیں۔

اعتراض اول

مصنف نے لفظ فقط استعمال کیا ہے جس کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں تھی۔

اعتراض دوم

ضرورۃ صدق احد المتبائنین مع نقیض الاخر والی عبارت میں مصنف کو لفظ احد سے پہلے کل کا اضافہ کرنا چاہیے تھا۔ اس سے مفہوم درست ہو جاتا کیونکہ تبائن جزئی کا معنی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے بغیر صادق آئے نہ یہ کہ صرف کوئی ایک دوسرے کے بغیر صادق آئے۔

اور لفظ کل کے اضافے سے ہی بات مکمل ہو جاتی لہذا فقط اور جزماً جیسے الفاظ کی بالکل بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔



پانچواں اقول / چوتھی بحث۔ جزئی اضافی

اس اقول میں دو بنیادی باتوں کا بیان ہے:

1. جزئی اضافی کی تعریف۔
2. جزئی اضافی اور جزئی حقیقی کے درمیان نسبت۔

جزئی اضافی کی تعریف

ہر اخص تحت الاعم کو جزئی اضافی کہتے ہیں جیسے انسان حیوان کے اعتبار سے اخص ہے لہذا حیوان کے اعتبار سے یہ جزئی اضافی ہے۔ اس کے مقابلے میں کلی اضافی ہوتی ہے جو اس اخص سے اعم ہے جیسے مذکورہ مثال میں حیوان کلی اضافی ہے۔

تعریف پر تنقید

شارح کے نزدیک تعریف میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں

پہلی خرابی یہ ہے کہ جزئی اضافی اور کلی اضافی دونوں متضائف ہیں یعنی ہر ایک کے معنی کا فہم دوسرے پر موقوف ہے (جزئی اضافی اخص ہے تو کلی اضافی کے اعتبار سے اور کلی اضافی اعم ہے تو جزئی اضافی کے اعتبار سے۔) اور کسی متضائف کو دوسرے کی تعریف میں

ذکر کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ایک متضائف دوسرے سے پہلے سمجھا جائے حالانکہ متضائف اکٹھے ہی سمجھے جاتے ہیں۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ اس تعریف میں لفظ کل استعمال کیا گیا ہے اور کل افراد کے لیے آتا ہے اور تعریف بالا فراد جائز نہیں ہے۔

ان دو خرابیوں کی وجہ سے شارح کے نزدیک تعریف یوں ہونی چاہیے کہ جزئی اضافی اخص من الشئی کا نام ہے۔

جزئی اضافی اور حقیقی کے درمیان نسبت

جزئی اضافی اور حقیقی کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے جزئی اضافی عام مطلق ہے اور جزئی حقیقی خاص مطلق یعنی ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی ہے لیکن ہر جزئی اضافی جزئی حقیقی نہیں۔

دلیل

ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی ہے کیونکہ ہر جزئی حقیقی میں جو مشخصات پائے جاتے ہیں جب ان سے جزئی حقیقی کو خالی کر کے دیکھا جائے تو جو ماہیت بچتی ہے وہ عام ہوتی ہے اور

جزئی حقیقی اس کے تحت داخل ہوتی ہے مثلاً زید جزئی حقیقی ہے لیکن زید کے مشخصات کو علیحدہ کر کے دیکھو تو زید انسان ہے۔ اور انسان ہونا زید ہونے سے عام ہے۔

مختصر طور پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر مشخص کی کوئی نہ کوئی ماہیت کلیہ ضرور ہوتی ہے۔

لیکن جزئی اضافی جزئی حقیقی نہیں ہوتی کیونکہ ہو سکتا ہے جو چیز جزئی اضافی بن رہی ہو حقیقت میں وہ کلی ہو ایسی صورت میں جزئی حقیقی وہاں نہیں پائی جائے گی۔

تنقید

آپ کا یہ کہنا درست نہیں کہ ہر مشخص کی کوئی نہ کوئی ماہیت کلیہ ضرور ہوتی ہے دیکھیں واجب الوجود ایک مشخص ہے لیکن اس کی ماہیت کلیہ کوئی نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی ماہیت مان لی جائے تو واجب الوجود اس ماہیت کا عین ہو گا یا ماہیت کے ساتھ ساتھ اس کا علیحدہ سے تشخص بھی ہو گا۔ اب اگر واجب الوجود اس ماہیت کلیہ کا عین ہو تو ایک ہی چیز کا کلی اور جزئی ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اور اگر ماہیت کے ساتھ اس کا علیحدہ تشخص بھی ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ فن فلسفہ میں یہ بحث موجود ہے کہ واجب الوجود کا تشخص اس کی ذات کا عین ہے۔

پس ثابت ہوا کہ واجب الوجود ایسی جزئی حقیقی ہے جس کے لیے کوئی ماہیت کلیہ موجود نہیں۔ لہذا آپ کا اصول ٹوٹ گیا۔



چھٹا اقول / پانچویں بحث۔ نوع اضافی کی تعریف

اس اقول میں نوع اضافی کی تعریف کا بیان ہے

نوع کی دو اقسام ہیں

- نوع حقیقی

اس کی تعریف ماقبل میں گزر چکی ہے ھو المقول علی کثیرین متفقین فی جواب ماھو ۔

- نوع اضافی

ہر ایسی ماہیت نوع اضافی ہے کہ اگر اس کو اس کے غیر کو ملا کر ماہو سے سوال کیا جائے تو جواب میں براہ راست بلاواسطہ جنس واقع ہو۔ جیسے انسان حیوان کے اعتبار سے نوع اضافی ہے کیونکہ اگر انسان اور فرس کو ملا کر ماھو سے سوال کریں تو جواب حیوان آئے گا جو جنس ہے۔

تعریف پر تنقید

شارح کے نزدیک تعریف میں لفظ کل کو استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ کل افراد کے لیے آتا ہے اور تعریف بالا فراد جائز نہیں۔ نیز لفظ کلی استعمال کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ کلیات کے

لیے جنس ہوتی ہے۔اس طرح تعریف میں ایک جنس اور کچھ فصول سے تعریف مکمل ہو جاتی

اعتراض

تعریف میں ماہیت کا ذکر موجود ہے اور ماہیت کسی شئ کی صور عقلیہ کا نام ہے اور صور عقلیہ کلیات ہی ہوتی ہے اس طرح تعریف میں کلیات کا ذکر ہو گیا ہے۔

جواب

ماہیت اور کلیات میں فرق ہوتا ہے ماہیات کلیات نہیں ہوا کرتی زیادہ سے زیادہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ماہیت کلیات پر التزاماً دلالت کرتی ہے۔ماہیت ملزوم ہے اور کلی ہونا اس کو لازم ہے اور تعریفات میں دلالت التزامی کو ذکر نہیں کیا جاتا۔

فی جواب ماھو سے فصل خاصہ اور عرض عام نکل جائیں گے کیونکہ ان کو غیر سے ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں جنس نہیں آتی۔

قولا اولیا کی قید کا فائدہ

قولاً اولیاً کہ کر اصناف کو نکال دیا۔

وضاحت

سلسلہ کلیات اشخاص پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔اشخاص سے اوپر اصناف ہوتی ہیں

اصناف ایسی انواع کو کہا جاتا ہے جو کلی اور عرضی صفات سے متصف ہوں جیسے رومی ہونا۔ اس سے اوپر انواع ہوتی ہیں اور اس سے اوپر اجناس۔ اب قانون یہ ہے کہ جب کلیات مترتبہ کا حمل کسی بھی شئ پر ہو تو عالی پر سافل کے واسطہ سے حمل ہوتا ہے مثلاً حیوان کلی عالی ہے اور انسان سافل اور حیوان کا حمل زید پر انسان کے واسطے سے ہوگا۔ تو تعریف میں قولاً اولیاً کہہ کر اصناف کو نکالنا مقصود تھا کیونکہ اصناف اور غیر کو ملا کر سوال کریں تو اصناف بھی ماھو کے جواب میں آجاتی ہیں لیکن بلاواسطہ نہیں آتی بلکہ نوع کے واسطہ سے آتی ہیں۔ لہذا یہ نوع اضافی نہیں ہیں۔



ساتواں اقول-نوع اضافی کے مراتب

اس اقول میں نوع اضافی کے مراتب کا بیان ہے۔

نوع حقیقی کے مراتب نہیں ہوا کرتے کیونکہ نوع حقیقی سے اوپر جنس ہوتی ہے اور جنس نوع حقیقی نہیں ہو سکتی۔

نوع اضافی کے چار مراتب ہیں جن تفصیل دو طریقوں سے کی جا سکتی ہے :

انداز اول

نوع اضافی یا اعم الانواع ہو گی یا اخص الانواع ہو گی یا اعم من بعض اور اخص من بعض ہو گی یا سب کے مبائن ہو گی۔

- اگر اعم الانواع ہو تو یہ نوع عالی ہے جیسے جسم کہ یہ جسم نامی، حیوان اور انسان سے عام ہے۔
- اگر اخص الانواع ہو تو یہ نوع سافل ہے جیسے انسان کہ یہ تمام انواع سے اخص ہے۔
- اگر اعم من وجہ اور اخص من ہو تو یہ نوع متوسط ہے جیسے جسم نامی کہ یہ جسم سے اخص اور حیوان سے اعم ہے۔

- اور اگر سب کے مبائن ہو تو یہ نوع مفرد ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ کبھی سمجھانے کے لیے اس کی مثال عقل سے دے دی جاتی ہے۔ اب اگر عقل کے لیے جوہر کو جنس فرض کرلیں تو عقل ایسی نوع ہے جو نہ تو اعم ہے اور نہ ہی اخص۔ اعم نہیں کیونکہ اس کے تحت نوع نہیں بلکہ اشخاص ہیں، اخص نہیں کیونکہ اس کے اوپر نوع نہیں بلکہ جنس ہے۔

انداز دوم

نوع کے تحت اور فوق دونوں میں نوع ہو گی یا دونوں میں نوع نہیں ہو گی یا صرف تحت میں نوع ہو گی فوق میں نہیں یا صرف فوق میں نوع ہو گی تحت میں نہیں۔

1. فوق تحت دونوں میں نوع نہ ہو تو نوع مفرد۔
2. تحت میں نوع نہ ہو تو نوع سافل۔
3. فوق میں نوع نا ہو تو نوع عالی۔
4. فوق اور تحت دونوں میں نوع ہو تو نوع متوسط



آٹھواں اقول- جنس کے مراتب

اس اقول میں جنس کے مراتب کا بیان آرہا ہے۔

نوع کی طرح جنس کے بھی چار مراتب ہیں :

1. اعم الاجناس، اخص الاجناس، اعم من وجہ اور اخص من وجہ اور مبائن۔
2. اعم الاجناس جنس عالی ہے جیسے جوہر اور باقی مقولات۔
3. اخص الاجناس جنس سافل ہے جیسے حیوان۔
4. اعم من وجہ اور اخص من وجہ جنس متوسط ہے جیسے جسم نامی اور جسم۔
5. مبائن جنس مفرد ہے۔ سمجھنے کے لیے جنس مفرد کی مثال بھی عقل کے ساتھ دی جاتی ہے جب جوہر کو اس کے لیے جنس نہ مانا جائے۔

جنس اور نوع کے مراتب میں فرق

نوع اور جنس کے مراتب میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ نوع کی ترتیب متنازلۃً ہوتی ہے یعنی اوپر سے نیچے کی طرف کیونکہ کوئی چیز اپنے مافوق کے لیے نوع ہوتی ہے اور خود وہ جنس کے تحت رہتی ہے اور جنس کی ترتیب متصاعدۃً ہوتی ہے یعنی نیچے سے اوپر کی طرف کیونکہ کوئی چیز اپنے ماتحت کے لیے جنس ہوتی ہے اور خود یہ اوپر رہتی ہے۔

اسی وجہ سے انواع میں نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں اور اجناس میں جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں۔

اعتراض

جنس مفرد اور نوع مفرد دونوں جگہ آپ نے عقل کی مثال دی۔ ان میں سے ایک مثال ضرور فاسد ہے کیونکہ آپ جوہر کو عقل کی جنس بنائیں گے تو جنس مفرد کی مثال نہیں بن سکے گی اور اگر آپ جوہر کو عقل کی جنس نہیں بنائیں گے تو نوع کی مثال نہیں بن سکے گی۔

جواب

ہم نے دونوں جگہ پر تقدیر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی فرض کرلیں ہمارا مقصد تمثیل ہے اور تمثیل فرض کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے چاہے واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو۔



نواں اقول-نوع اضافی اور حقیقی میں نسبت کا بیان

اس اقول میں نوع اضافی اور نوع حقیقی کے درمیان نسبت کا بیان ہے۔

جمہور اور شیخ رئیس ابن سینا کے نزدیک نوع اضافی اور نوع حقیقی کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ صاحب رسالہ شمسیہ کے نزدیک یہ بات درست نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر پائی جاتی ہے۔نوع اضافی نوع حقیقی کے بغیر انواع متوسطہ میں پائی جاتی ہے انواع متوسطہ نوع اضافی ہیں نوع حقیقی نہیں کیونکہ وہ اجناس ہیں۔ اسی طرح نوع حقیقی نوع اضافی کے بغیر حقائق بسیطہ میں پائی جاتی ہے مثلاً عقل نفس وغیرہ کہ یہ انواع حقیقیہ ہیں انواع اضافیہ نہیں۔اسی وجہ سے مصنف صاحب رسالہ شمسیہ کے نزدیک ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت نہیں بلکہ عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے ہے۔ عموم خصوص من وجہ میں تین مادہ ہوتے ہیں ایک اجتماعی اور دو افتراقی ۔ دو افتراقی مادوں کا ذکر تو ہوگیا اور اجتماعی مادہ نوع سافل ہے جس پر نوع حقیقی اور اضافی دونوں کی تعریف صادق آتی ہے۔

نوع سافل نوع حقیقی ہے کیونکہ وہ ماھو کے جواب میں متفق الحقیقت اشیاء پر بولی جاتی ہے۔اور نوع اضافی بھی ہے کیونکہ اگر اس سے اور غیر سے ماھو کے ساتھ سوال ہو تو جواب میں جنس آتی ہے یعنی حیوان۔

دسواں اقول- مقول فی جواب ماھو کی اقسام

اس اقول میں تین اصطلاحات کا ذکر ہے۔

- مقول فی جواب ماھو۔
- واقع فی طریق ماھو۔
- داخل فی جواب ماھو۔

مقول فی جواب ماھو

مقول فی جواب ماھو وہ ہے جو ماہیت مسئول عنھا پر مطابقۃً دلالت کرے۔ جیسے اگر پوچھا جائے کہ االانسان ماھو تو جواب میں حیوان ناطق کہا جائے۔ یہاں حیوان ناطق انسان پر مطابقۃً دلالت کر رہا ہے۔

واقع فی طریق ماھو

واقع فی طریق ماھو ہو ماہیئت کا وہ جزء ہے جو ماھو کے جواب میں مطابقۃً مذکور ہو۔ مثلاً حیوان ناطق میں حیوان انسانیت کا وہ جزء ہے جو انسان کے جواب میں مطابقۃً اور صراحتاً مذکور ہے۔

داخل فی جواب ماھو

داخل فی جواب ماھو ماہیئت کا وہ جزء ہے جو ماھو کے جواب میں تضمناً مذکور ہو جیسے جسم نامی وغیرہ انسان کے جواب میں حیوان میں ضمن مذکور ہیں۔

فائدہ

ماھو کے جواب میں جو مقول ہو گا اس کے اجزاء کی دلالت اگر کسی معنی پر مطابقۃ ہو گی تو وہ واقع فی طریق ماھو ہے اور اگر تضمناً ہو گی تو وہ داخل فی جواب ماھو ہے لیکن یہاں دلالت التزامی کا ذکر نہیں کیونکہ ماھو کے جواب میں دلالت التزامی مہجور ہے۔



گیارہواں اقول - مقوم اور مقسم کا بیان

اس اقول میں فصل کے مقوم اور مقسم ہونے کا بیان ہے اس سلسلہ میں:

1. پانچ دعوے اور ان کے دلائل کا بیان ہو گا۔
2. دو قواعد کا بیان آئے گا۔

فصل کی ایک نسبت جنس کی طرف ہوتی ہے اور ایک نوع کی طرف:

- فصل کی نسبت جب نوع کی طرف ہو تو فصل نوع کے لیے مقوم بنتی ہے۔ یعنی اس کی حقیقت میں داخل ہوتی ہے۔
- فصل کی نسبت جب جنس کی طرف ہو تو فصل جنس کے لیے مقسم بنتی ہے یعنی اسے تقسیم کر دیتی ہے۔

پانچ دعوے مع دلائل

دعوی اول مع دلیل

جنس عالی کے لیے فصل مقوم ہو سکتی ہے کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی جنس اگر دو مساوی امور سے مرکب ہو جو اسے مشارکات فی الوجود سے جدا کر رہے ہوں تو یہ دو امور اس جنس کے لیے فصل ہوں گے۔ یہ قاعدہ متاخرین کے نزدیک ہے۔ متقدمین کے نزدیک ایسا

ممکن نہیں۔ کیونکہ ان دو امور کو تو فصل مان لیا گیا اور متقدمین کے نزدیک جس ماہیت کی کوئی فصل ہوتی ہے اس کی جنس ضرور ہوتی ہے۔ تو یہاں جنس عالی کی جنس ماننی پڑے گی جو باطل ہے کیونکہ یہ خود جنس عالی ہے۔

دعوی دوم مع دلیل

جنس عالی کے لیے فصل مقسم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جنس عالی کے تحت انواع کا ہونا ضروری ہے اور جہاں نوع ہو گی وہاں فصل مقوم بھی پائی جائے گی مثلاً جہاں انسان پایا جائے تو حیوان ناطق کا ناطق جو فصل ہے وہ بھی پائی جائے گی۔ اور کسی نوع کی فصل اس نوع کی جنس کے لیے مقسم ہوا کرتی ہے۔ مثلاً انسان کی جنس حیوان کے لیے ناطق مقسم ہے۔

دعوی سوم مع دلیل

نوع سافل کے لیے فصل مقوم کا ہونا ضروری ہے دلیل یہ ہے کہ نوع کے لیے جنس کا اور فصل کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ نوع بن سکے۔

دعوی چہارم مع دلیل

نوع سافل کے لیے فصل مقسم نہیں ہوتی دلیل یہ ہے کہ نوع سافل کے تحت کوئی اور نوع نہیں ہوتی لہذا یہ کسی نوع کے لیے جنس نہیں بن سکتی اور جب جنس نہیں بن سکتی تو اس کے لیے فصل مقسم کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ فصل مقسم تو جنس کے لیے ہوتی ہے۔

دعوی پنجم مع دلیل

انوع متوسطہ اور اجناس متوسطہ کے لیے فصل مقوم اور مقسم دونوں ضروری ہیں۔ فصل مقوم اس لیے کہ ان کے اوپر اجناس ہیں اور فصل مقسم اس لیے کے ان کے تحت انواع ہیں۔

قواعد کا بیان

پہلا قاعدہ

ہر فصل جو عالی (جنس عالی یا نوع عالی) کے لیے مقوم ہو گی وہ سافل کے لیے بھی مقوم ہو گی لیکن ہر فصل جو سافل کے لیے مقوم ہو اس کا عالی کے لیے مقوم ہونا ضروری نہیں پس اس کا عکس جزئی آتا ہے۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ تمام مقومات عالی مقومات سافل ہیں اب اگر تمام مقومات سافل بھی مقومات عالی ہوں تو عالی اور سافل کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا۔

دوسرا قاعدہ

ہر فصل جو جنس سافل کے لیے مقسم ہو وہ جنس عالی کے لیے بھی مقسم ہو گی کیونکہ سافل عالی کی قسم ہے تو جب قسم کو تقسیم کر رہی ہے تو مقسم کو بھی تقسیم کرے گی۔ کیونکہ قسم کی قسم بھی قسم ہوتی ہے۔ لیکن ہر فصل جو جنس عالی کے لیے مقسم ہو اس کا جنس سافل کے

لیے مقسم ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ جنس سافل کے لیے مقوم بن جاتی ہے۔ ہم نے کہا ضروری نہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ کبھی سافل کے لیے مقسم ہو سکتی ہے۔



فصل چہارم۔ قول شارح کا بیان

قطبی نوٹس





فصل چہارم۔ قول شارح کا بیان

فصل چہارم کا خلاصہ

اقول اول۔ اس میں قول شارح کا بیان ہو گا۔

اقول دوم۔ اس میں حد تام حد ناقص رسم تام اور رسم ناقص کا بیان ہو گا۔

اقول سوم۔ اس میں ان باتوں کا بیان ہو گا جن سے تعریفات میں بچنا چاہیے۔



اس فصل میں نیا کیا سیکھنے کو ملے گا

- تعریف سے کسی چیز کا کتنا تصور ملتا ہے۔ تعریف سے حاصل شدہ تصور کی مقدار کا بیان
- جامع مانع اور مطرد اور منعکس ہونے کا مطلب۔
- دور کی اقسام کا بیان۔
- تعریف میں جن خرابیوں سے بچنا لازم ہے ان کا بیان۔



قطبی نوٹس





پہلا اقول۔ قول شارح کا بیان

اس اقول میں قول شارح کی تعریف اور اس کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔

مقدمہ

ابھی تک قول شارح کے مقدمات کا بیان چل رہا تھا جن پر قول شارح کا سمجھنا موقوف تھا۔ اب مقصد یعنی قول شارح کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

قول شارح کی تعریف

قول شارح معرف کو کہتے ہیں۔ اور معرف وہ چیز ہے جس کے تصور سے دوسری چیز کا تصور آئے یا کم از کم یہ اس چیز کو ماعدا سے تمیز دے دے۔

تعریف کی وضاحت

تعریف میں شئ کے تصور سے مراد تصور بوجہ ما نہیں ہے یعنی جیسا کیسا تصور کیونکہ اگر تصور بوجہ ما مراد ہوتا تو اعم من الشئ اور اخص من الشئ بھی معرف بن سکتے نیز پھر امتیاز عن کل ماعداہ کہنا بھی بے فائدہ رہتا حالانکہ یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد تصور بکنہہ ہے یعنی کامل تصور مراد ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ جس کے تصور سے شئ کا کامل تصور آئے۔ اور کامل تصور حد تام کے ذریعے آتا ہے لہذا ان الفاظ سے حد تام کی طرف اشارہ

ہو گیا۔ پھر آگے فرمایا کہ کم از کم اس شئ کو جمیع ماعدا سے جدا کر دے تو یہ حد ناقص کی طرف اشارہ ہے۔

پھر معرف (اسم فاعل) یا تو نفس معرف (اسم مفعول) ہو گا یا نہیں۔ نفس معرف تو نہیں ہو سکتا کیونکہ معرف (اسم فاعل) کا معرف سے پہلے جاننا ضروری ہے۔ اور اگر غیر معرف (اسم مفعول) ہو گا تو پھر یا معرف (اسم فاعل) معرف (اسم مفعول) سے عام ہو گا یا خاص یا مساوی یا مبائن۔

- عام بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تعریف کا مقصد معرف (اسم مفعول) کا تصور دینا ہے یا ماعدا سے جدا کرنا ہے اور اعم ان دونوں چیزوں کا فائدہ نہیں دیتا۔
- اخص بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اخص اخفی ہو گا اور تعریف بالاخفی کا کوئی فائدہ نہیں معرف کو تو اجلی ہونا چاہیے۔ باقی اخص اخفی اس طرح ہو تا ہے کہ اخص کا وجود اعم کے مقابل کم پایا جاتا ہے تو اعم کے مقابل اخفی ہو گیا۔ نیز خاص کے تحقق کی شرائط عام سے زیادہ ہوتی ہیں اور جب شرائط زیادہ ہیں تو اس کا وجود عام کے مقابل کم ہو گا اسی وجہ سے اخفی ہوا۔
- مبائن بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اعم اور اخص سے تعریف نہیں ہو سکتی تو مبائن سے کیسے ہو گی۔

معلوم ہوا کہ تعریف کا معرف کے مساوی ہونا ضروری ہے۔یعنی جہاں تعریف صادق آئے وہاں معرف صادق آئے اور جہاں معرف صادق آئے وہاں تعریف صادق آئے۔

فائدہ - جامع مانع اور مطرد منعکس کا مفہوم

کتابوں میں جو لکھا ہوتا ہے کہ تعریف جامع مانع ہو یا مطرد منعکس ہو تو اس کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے۔ مثلاً جامع ہونے کا مطلب ہے کہ تعریف معرف کے تمام افراد کو شامل ہو اور تعریف کے مساوی ہونے کا بھی یہی مطلب ہے کہ جہاں پر معرف پایا جائے وہاں پر تعریف بھی پائی جائے۔ مانع کا مطلب ہے کہ معرف کا کوئی فرد تعریف سے نکل نہ جائے اور جب تعریف مساوی ہوگی تو کوئی فرد نہیں نکلے گا۔

اسی طرح اطراد کا معنی ہے تلازم فی الثبوت یعنی جب بھی تعریف پائی جائے تو معرف پایا جائے۔ اور انعکاس کا معنی ہے تلازم فی الانتفاء یعنی جب بھی تعریف نہ پائی جائے تو معرف بھی نہ پایا جائے۔ غرض جامع مانع اور اطراد اور انعکاس دونوں کا معنی اور مفہوم یہی ہے کہ تعریف معرف کے مساوی ہو۔

دوسرا اقول

حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص

اس اقول میں حد تام حد ناقص، رسم تام اور رسم ناقص کی تعریفات کا بیان آرہا ہے۔

حد تام کی تعریف

جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ کرنا۔

حد تام کی وجہ تسمیہ

حد کا معنی منع ہے اور جب یہ تعریف ذاتیات پر مشتمل ہے تو غیر کے دخول سے مانع ہے۔ اور ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تعریف تام ہے۔

حد ناقص کی تعریف

جو صرف فصل قریب یا جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہو جیسے انسان کی تعریف صرف ناطق یا جسم ناطق کے ساتھ کرنا۔

حد ناقص کی وجہ تسمیہ

حد کی وجہ تو بیان ہو چکی اور ناقص اس لیے کیونکہ کچھ ذاتیات اس میں حذف ہیں یعنی جنس قریب۔

رسم تام کی تعریف

رسم تام وہ ہے جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو۔ جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ کرنا

رسم تام کی وجہ تسمیہ

رسم کا معنی اثر ہوتا ہے اور یہ تعریف خاصہ پر مشتمل ہے جو ایک خارج لازم ہے نیز اثر اور علامت ہے حقیقی تعریف نہیں۔ اور تام کہا دو وجوہات سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ حد تام کے مشابہ ہے اس لیے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حد تام میں بھی امر مختص کو ذکر کیا جاتا ہے اور رسم تام میں بھی امر مختص کو ذکر کیا جاتا ہے فرق یہ ہے کہ وہاں امر مختص فصل ہوتی ہے اور یہاں خاصہ۔

رسم ناقص کی تعریف

جو صرف خاصہ سے یا جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے انسان کی تعریف صرف ضاحک سے کرنا یا جسم نامی ضاحک سے کرنا

رسم ناقص کی وجہ تسمیہ

رسم ہونے کی وجہ تو بیان ہو چکی اور ناقص اس لیے ہے کہ رسم تام کے کچھ اجزاء یعنی جنس قریب حذف ہے۔

سوال :

آپ نے تعریف کی چار اقسام بیان کی ہیں جبکہ یہاں اور اقسام بھی بن سکتی ہیں جیسے عرض عام اور فصل سے تعریف کرنا یا فصل اور خاصہ سے تعریف کرنا تو اس اقسام کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

جواب :

ان اقسام سے تعریف کا فائدہ نہیں اس لیے ان اقسام کو ذکر نہیں کیا کیونکہ تعریف کا مقصد یا تمیز دینا ہوتا ہے یا ذاتیات پر مطلع ہونا ہوتا ہے اور عرض عام ان دونوں کا فائدہ نہیں دیتا۔ اور جو خاصہ اور فصل سے مرکب ہو تو وہاں فصل تمیز کا فائدہ دیتی ہے خاصہ نہیں دیتا لہذا خاصہ کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

چاروں اقسام کی وجہ حصر

تعریف صرف ذاتیات سے ہو گی یا نہیں اگر تعریف صرف ذاتیات سے ہو تو یا جمیع ذاتیات سے ہو گی یا بعض ذاتیات سے اگر جمیع ذاتیات سے ہو تو حد تام اگر بعض ذاتیات

سے ہو تو حد ناقص۔ اور اگر صرف ذاتیات سے نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا جنس قریب اور خاصہ سے ہو گی یا نہیں اگر جنس قریب اور خاصہ سے ہو تو رسم تام ورنہ رسم ناقص۔



تیسرا اقول۔ تعریف میں جن باتوں سے بچنا لازم ہے

اس اقول میں تعریف کی خرابیوں کا بیان آرہا ہے جن سے بچنا ضروری ہے۔

تعریف کی دو اقسام ہیں:

- تعریف معنوی
- تعریف لفظی

تعریف معنوی میں دو خرابیوں سے بچنا لازم ہے :

تعریف بالمساوی نہ ہو

یعنی ایسی چیز سے تعریف نہ ہو جو معرفت اور جہالت میں معرف کے مساوی ہو جیسے حرکت کی تعریف مالیس بسکون کے ساتھ کرنا۔ ایسی تعریف اس لیے جائز نہیں ہے کہ تعریف کا معرف سے پہلے معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ تعریف سمجھ میں آسکے لیکن اگر تعریف اور معرف دنوں اس طرح مساوی ہوں گے کہ ہر ایک کا علم دوسرے کے ساتھ ہو گا تو تعریف معرف سے پہلے نہ ہو گی۔

تعریف میں دور نہ ہو

یعنی تعریف میں جو چیز ذکر کی جارہی ہے وہ خود معرف پر موقوف نہ ہو اسے دور کہتے ہیں اب دور کی دو قسمیں ہیں دور مصرح اور دو مضمر۔ دور مصرح تو یہ ہے کہ تعریف براہ راست معرف پر اور معرف تعریف پر موقوف ہو اور دور مصرح یہ ہے کہ تعریف چند واسطوں سے معرف پر موقوف ہو۔

تعریف لفظی میں تین خرابیوں سے بچنا لازم ہے :

1. تعریف میں الفاظ غریبہ کا استعمال نہ ہو۔

کیونکہ اس سے تعریف کی غرض فوت ہو جاتی ہے مثلاً کوئی آگ کی تعریف پوچھے تو جواب میں کہا جائے کہ وہ ایک اسطقسات میں سے ایک اسطقس ہے یعنی عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔

2. تعریف میں مجاز کا استعمال نہ ہو۔

کیونکہ متبادر حقیقت ہوتی ہے مجاز معنی کی طرف ذہن فوراً نہیں جاتا۔

3. تعریف میں الفاظ مشترکہ کا استعمال نہ ہو۔

کیونکہ اس طرح سمجھنے میں دشواری پیش آسکتی ہے۔

قطبی نوٹس

ہاں اگر کوئی صاف قرینہ موجود ہو تو ایسے الفاظ کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

تصورات ختم شد






